وما ارسلنٰك الا رحمة للعالمين

محسنِ انسانیت ﷺ

مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی

ترجمہ وترتیب

محمد وثیق ندوی

وما أرسلناك إلا رحمة للعالمين

محسن انسانیت ﷺ

مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی

ترجمہ وترتیب

محمد وثیق ندوی

دار الرشید، لکھنؤ

حقوق طبع بحق ناشر محفوظ

باردوم
۱۴۳۳ھ ـــــ ۲۰۱۲ء

نام کتاب	:	محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم
نام مصنف	:	مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی
ترجمہ وترتیب	:	محمد وثیق ندوی
صفحات	:	۱۲۶
طباعت	:	کاکوری آفسیٹ پریس لکھنؤ
تعداد اشاعت	:	۱۱۰۰
قیمت	:	-/60روپے

ملنے کے پتے

مکتبہ ابوالحسن علی، احاطہ ندوۃ العلماء، لکھنؤ فون:9335223411
مکتبہ ندویہ، احاطہ ندوۃ العلماء، لکھنؤ فون: 9335070285
مکتبہ احسان، مکارم نگر، لکھنؤ فون:9793118234
مکتبہ ابوالحسن علی، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی فون:09810926346

ناشر

دار الرشید لکھنؤ

164/106 Khatoon Manzil,
Haider Mirza Road, Golaganj,
LUCKNOW - 226018
e.mail: daralrasheed786@gmail.com

فہرست

بسم الله الرحمن الرحيم

پیش گفتار

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين
وخاتم النبيين محمد وعلى آله وصحبه أجمعين وبعد!

بات اگرچہ یہ بالکل بے بنیاد ہے، سراسر جھوٹ ہے، بہتان ہے، لیکن ایک رٹے رٹائے سبق کی طرح اس طرح دہرائی جارہی ہے کہ اچھے بھلے، صاف دل، کھلے دماغ اور غیر جانب دار غیر مسلم حضرات کے دلوں میں بھی یہ خیال پیدا کرنے لگی ہے کہ اسلام اپنی تعلیمات کی بنیاد پر نہیں، بلکہ تلوار کی دھار اور نیزہ کی نوک پر پھیلا ہے۔

بے شک نبی اکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حفاظت، صحابۂ کرام کی حفاظت اور سب سے بڑھکر اپنے دین اور اپنے عقیدہ کی حفاظت کی خاطر تلوار کا سہارا لیا، اور طاقت کے حصول پر یہ کہتے ہوئے زور دیا کہ "المؤمن القوي خير وأحب إلى الله من المؤمن الضعيف" طاقت ور مسلمان کمزور مسلمان سے بہتر بھی ہے، اور اللہ کو زیادہ محبوب بھی۔

بے شک قرآن کریم کی یہ آیت ﴿وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِن دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ﴾ [انفال:۶۰] آپ ﷺ ہی پر نازل ہوئی اور آپ ہی کے توسط سے امت مسلمہ کو یہ حکم ملا، لیکن کیوں اور کس لئے؟۔

اس لیے کہ ظالم کو ظلم سے روکا جاسکے اور مظلوموں، کمزوروں اور دبے کچلے انسانوں کو ان کا حق دلوایا جاسکے اور اپنی مرضی اور خوشی سے اسلام کی طرف مائل ہونے والوں کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کرنے اور ان پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑنے والوں کا مقابلہ کیا جاسکے، نہ کہ اس لئے کہ طاقت کا استعمال کرکے اپنے دین کو پھیلایا جائے اور اپنی سرحدوں کے دائرہ کو وسیع کیا جائے۔ ﴿لا إكراه في الدين قد تبين الرشد من الغي﴾ کہکر یہ بات بالکل

صاف کردی گئی کہ دین کے سلسلہ میں کوئی زورزبردستی نہیں کی جائے گی، کیوں کہ اس دین کو طاقت کے سہارے کی قطعی ضرورت نہیں، اس کی تعلیمات اور ہدایات اور پھر اس کے نبی کی پاک زندگی، سچائی، دیانتداری، رحم دلی، اخلاق مندی، کرم گستری، غمخواری اور انسانیت نوازی ہی اس دین کی سب سے بڑی طاقت، اس کی سب سے مضبوط ڈھال اور اس کا سب سے کارگر ہتھیار ہے، یہی وجہ ہے کہ تاریخ اپنی تمام تر ناانصافیوں کے باوجود آج تک ایک بھی واقعہ ایسا پیش نہیں کرسکی جس سے یہ ثابت ہوتا کہ آپ ﷺ کی تلوار ناحق کسی پر اٹھی۔

مکہ فتح ہورہا ہے، دشمن سے انتقام لینے کا اس سے بہتر کوئی موقع نہیں، تلواریں اشارہ کی منتظر ہیں، کب سے آرزو تھی ان تلواروں کی منکرین خدا اور باغیان رسول کا سر قلم کرنے کی، لیکن ۔۔۔ اعلان ہوتا ہے عام معافی کا، تلواروں کا سر جھک جاتا ہے، اور بالآخر ان کو نیام میں واپس آنا پڑتا ہے۔

بدر کے قیدی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں، وہ قیدی جن کے سینوں میں نفرت کی آگ اور آنکھوں میں نفرت کے شعلے ہیں، صحابۂ کرام تشریف فرما ہیں، مشورہ ہوتا ہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے ہے کہ یہی موقع ہے خدا کے رشتہ کے مقابلہ میں ہر رشتہ کے قربان کردینے کا، حکم دیجئے کہ جس کا رشتہ سب سے زیادہ قریب ہو وہ بڑھے، اور دشمن خدا کا سر تن سے جدا کردے، آپ ﷺ خاموشی اختیار فرماتے ہیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے دریافت کرتے ہیں اور پھر دشمنان اسلام کی جاں بخشی کا فیصلہ فرمادیتے ہیں، اس شرط پر کہ وہ فدیہ دیں گے، اور جو ان میں سے تعلیم یافتہ ہیں، وہ مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھائیں گے۔

کوہ صفا پر چڑھ کر واصباحاہ واصباحاہ کی صدا لگاتے ہیں، آپ کی آواز پر لوگ جمع ہوتے ہیں، کیونکہ یہی طریقہ تھا لوگوں کو جمع کرنے کا، پھر آپ ان کے سامنے وہ بات رکھتے ہیں جس کا حکم آپ کو آسمان سے ملا تھا، بات منہ سے نکلتی کہ ابولہب غصہ سے بھڑک اٹھتا ہے اور چیخ کر کہتا ہے: تبا لك، ألهذا جمعتنا ، تیرے ہاتھ ٹوٹیں کہ کیا اسی لئے تو نے ہم کو جمع کیا تھا، زبان مبارک خاموش رہتی ہے، غصہ کا کوئی اظہار نہیں، زبان پر کوئی سخت بات نہیں، صرف صدمہ ہے، فکر ہے، اور افسوس ہے ابولہب کے عناد اور سرکشی پر، لیکن یہی

خاموشی اپنا اثر دکھاتی ہے، اور جواب اس کا آسمان سے آتا ہے، تبت یدا ابی لھب کا نزول ہوتا ہے اور ابولہب کی دنیا و آخرت دونوں جگہ ہلاکت کا اعلان کر دیا جاتا ہے۔

طائف کی گلیاں ہیں، آگے آپ ہیں اور پیچھے کفار کے لگائے ہوئے شر پسند اوباش لڑکے، پتھر آپ پر برسائے جا رہے ہیں، جملے آپ پر کسے جا رہے ہیں، ٹھٹھے آپ پر لگائے جا رہے ہیں، قدم مبارک لہولہان ہو چکے ہیں، دل کی کیفیت کا تو پوچھنا کیا، لیکن زبان پر ایسا قابو اور جذبات پر ایسا کنٹرول کہ عقل حیران رہ جائے، نہ زبان سے کوئی سخت لفظ نکلتا ہے، اور نہ بددعا کے لئے ہاتھ اٹھتا ہے، فرشتہ منتظر ہے کہ اجازت ہو تو پہاڑوں کو ملا کر سرکشوں کا سرما بنا دیا جائے، لیکن اس موقع پر بھی زبان مبارک سے جو الفاظ نکلتے ہیں وہ محبت میں ڈوبے ہوئے اور رحمت میں گندھے ہوئے ہوتے ہیں۔

اور آگے بڑھئے تلوار کو چھوڑیئے، تلوار تو بڑی چیز ہے، آپ کے مخالفین و معاندین آج تک یہ بھی ثابت نہ کر سکے کہ آپ کی زبان مبارک سے دشمن کے لئے بھی کبھی کوئی نازیبا کلمہ نکلا، اور اس کے دل کو آپ کے کسی جملہ سے تکلیف ہوئی، اپنے اور پرائے سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نہ آپ نے کسی خادم کو مارا، نہ کسی خاتون پر ہاتھ اٹھایا اور نہ کسی بچے کو ڈانٹا، انسان تو چھوڑیے جانوروں تک سے آپ نے اچھا معاملہ کرنے کا حکم دیا، دودھ دوہنے والوں سے کہا کہ اپنے ناخن کتر لیا کرو، تاکہ دودھ دوہنے کے دوران تھن میں چبھے نہیں، ذبح کرنے والوں کو حکم دیا کہ چھری تیز کر لیں، تاکہ ذبح ہوتے ہوئے جانور کو تکلیف نہ ہو، اونٹ کمزور اور لاغر دیکھا تو مالک کی سرزنش کی، کہ پوری خوراک کیوں نہیں دیتے، بے ضرورت چڑیوں کا شکار کرنے سے منع فرمایا، جانوروں پر طاقت سے زیادہ بوجھ لادنے پر نکیر فرمائی اور فرمایا کہ چرند و پرند پر کی جانے والی زیادتیوں پر بھی قیامت میں سوال ہوگا۔

جانوروں کو بھی جانے دیجئے۔ کھانا جس میں نہ جان ہے اور نہ حس، بدمزہ ہونے کے باوجود کبھی آپ نے کھانے کی برائی نہیں کی اور اگر کھانے کا کوئی لقمہ گر بھی گیا تو صاف کر کے دوبارہ کھانے کی تلقین فرمائی، اور لقمہ تو پھر بھی لقمہ ہے، کھانے کا ایک ایک ذرہ اور ایک ایک دانہ کا آپ نے احترام کیا، اور اپنے پیروکاروں کو یہ کہکر پلیٹ صاف کرنے کی تلقین کی، کہ معلوم نہیں کہ کس دانہ میں برکت ہو، ہاتھ دھونے سے پہلے انگلی چاٹنے کا حکم

دیا، تاکہ برکت نہ جائے اور کھانے کے یہ اجزاء پانی کے ساتھ گندی نالیوں میں بہکر نہ جائیں، یہ ہے عالم آپ کی رحمۃ للعالمینی کا، خواجہ الطاف حسین حالی نے کیا خوب کہا۔

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی برلانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
فقیروں کا ملجا، ضعیفوں کا ماوی
یتیموں کا والی غلاموں کا مولی

ضرورت آج اس بات کی ہے کہ جتنے وسیع پیمانہ پر اور جس منصوبہ بند طریقہ سے حقائق کو چھپا کر آپ کی ذات کو نشانہ بنایا جارہا ہے، اتنے ہی وسیع پیمانہ پر اور اتنی ہی منصوبہ بندی سے حقائق کو سامنے لایا جائے، اور سیرت نبوی کے ان پہلوں کو بار بار اجاگر کیا جائے جو سب سے زیادہ پرکشش اور جاذب نظر ہیں، اور دنیا کو اس وقت سب سے زیادہ انہی کی ضرورت ہے۔

خدا کا شکر ہے کہ اس سلسلہ میں پہل کرتے ہوئے ''دارالرشید لکھنؤ'' نے ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی کی تحریر کردہ ۶۴ صفحات پر مشتمل سیرت پاک ''رہبر انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم'' کے عنوان سے ایک اہم کتاب کی اشاعت کا فریضہ انجام دیا، یہ کتاب وقت کی آواز ثابت ہوئی اور ہر حلقہ میں مقبول ہوئی، اللہ تعالی کا شکر ہے کہ کچھ ہی مدت کے بعد ہمیں سیرت طیبہ کے انہی پہلوؤں پر مشتمل معتمد تعلیم ندوۃ العلماء لکھنؤ مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی مدظلہ العالی کا ایک رسالہ شائع کرنے کی سعادت حاصل ہورہی ہے، ادارہ اپنے رفیق محبّ مولانا محمد وثیق ندوی (استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ) کا شکر گزار ہے کہ انہوں نے عربی میں لکھے گئے ان مضامین کو اردو میں منتقل کرکے آپ حضرات تک پہنچانے کا نظم کیا، اللہ تعالی اس کو قبول فرمائے اور سیرت پاک سے متعلق پھیلائی گئی غلط فہمیوں کو دور کرنے کا ذریعہ بنائے۔ (آمین)

جعفر مسعود حسنی ندوی

۲۰ صفر ۱۴۳۱ھ، ۵ فروری ۲۰۱۰ء

بسم الله الرحمن الرحیم

پیش لفظ

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین خاتم النبیین محمد بن عبد اللّٰہ الأمین، وعلی آلہ وصحبہ أجمعین.

"محسن انسانیت" سیرت کے موضوع پر کوئی تحقیقی کتاب نہیں، بلکہ مختلف موقعوں خاص طور سے ماہ ربیع الاول کے موقع پر لکھے گئے چند متفرق مضامین ہیں، جو بعض رسالوں میں شائع ہوئے، ان میں وحدت صرف ذات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں، آپ ﷺ کا نمونہ قیامت تک آنے والی نسلوں تک ہے، آپ کی حیات طیبہ میں انسانی زندگی کے ہر پہلو کے لئے تعلیمات وہدایات ہیں، قرآن کریم نے آپ کی جو صفات بیان کی ہیں، ان سے اس عظیم جامعیت کا اندازہ ہوسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے قرآن کریم میں "نور السموات والارض" کی تشبیہ اختیار کی:۔

﴿ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ، نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴾

[سورہ نور:۳۵]

(اللہ ہی آسمان اور زمین کا نور ہے، اس کے نور (ہدایت) کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک طاق ہے، اس میں ایک چراغ ہے، چراغ ایک قندیل میں ہے، قندیل گویا ایک چمکدار ستارہ ہے، (چراغ) روشن کیا جاتا ہے ایک نہایت مفید درخت یعنی زیتون سے جو نہ پورب رخ ہے نہ پچھم رخ ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خود بخود جل اٹھے گا، اگر چہ آگ اسے نہ بھی چھوئے، نور ہی نور ہے، اللہ اپنے اس نور تک جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور اللہ لوگوں کے لئے یہ مثالیں بیان کرتا ہے اور اللہ ہر چیز کا خوب جاننے والا ہے)

رسول اکرم ﷺ کے لئے معلم، مزکی، ہادی، مبشر، منذر، مبلغ، داعی، رحمۃ للعالمین

اور رؤف ورحیم کی صفات استعمال کی گئی ہیں، جن کی تعداد ۹۹ تک پہنچتی ہے، لیکن ان میں جامع تعریف "سراجِ منیر" ہے، قرآن کریم کا رشاد ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِداً وَمُبَشِّراً وَنَذِيراً، وَدَاعِياً إِلَى اللهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجاً مُنِيراً﴾ [سورہ احزاب: ۴۵-۴۶] (اے نبی یقیناً ہم نے ہی آپ کو گواہی دینے والا، خوشخبری سنانے والا، ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، اور اللہ کے حکم سے اس کی طرف بلانے والا اور روشن چراغ) [ابن کثیر نے سراجاً منیراً کے معنی روشن اور چمکدار سورج کے کئے ہیں]۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوری انسانی زندگی بلکہ پورے عالم کے لئے تاقیامت مادامت السموات والارض مشعل راہ ہیں، اور ہر خاص وعام کے لئے قیامت تک روشنی کا منبع ہیں۔

سیرت نبوی کی اس جامعیت اور وسعت کا احاطہ ناممکن ہے، ہر اہل قلم نے اپنے احساس، علم، اور زاویہ نگاہ سے سیرت نبوی کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے، اس کوشش سے اسی زاویہ نگاہ رکھنے والے کو روشنی ملتی ہے، سیرت نبوی پر جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں تاریخ کی کسی اور شخصیت پر اتنی کتابیں لکھی نہیں گئیں، بعض گمراہ اہل قلم نے اپنی کوتاہی نظر یا قلب کی تاریکی کی وجہ سے اس نور کی غلط تشریح کی ہے یا اپنے نقطہ نگاہ کے اثر کو پیش کیا، خاص طور پر مغربی اہل قلم نے، لیکن بعض نے حق بات کہنے کی کوشش بھی کی۔

گزشتہ عہد میں سیرت مبارکہ کو پھر موضوع بنایا گیا، اس کی وجہ سے متعدد کتابیں تصنیف کی گئیں، اور سیرت کے بعض نئے پہلو سامنے آئے، اور سیرت کے مطالعہ کا رجحان بڑھا، متعدد اہل فکر نے ان مضامین یا کتابوں کے مطالعہ سے اپنے خیالات وتصورات کی تصحیح کی اور اکثر مطالعہ کرنے والوں کو خدا کی طرف سے ہدایت نصیب ہوئی۔

اس مجموعۂ مضامین میں سیرت پاک کے ان پہلوؤں یا واقعات کو نمایاں کیا گیا ہے جن میں رحمت، عفو ودرگزر کرنے، دشمنوں کے ساتھ حسن سلوک، اور تعلیم وتربیت اور دعوت میں انسانی نفسیات کی رعایت کرتے ہوئے نرمی ورعایت کا اہتمام پایا جاتا ہے، یہ وہ عنصر ہے جس کی مثالیں سیرت پاک میں عام طور پر پائی جاتی ہیں، خود قرآن کریم میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظّاً غَلِيظَ الْقَلْبِ

لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ، فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ﴾ [سورۂ آل عمران:۱۵۹] (پھر یہ اللہ کی رحمت ہی کے سبب سے ہے، کہ آپ ان کے ساتھ نرم رہے، اور اگر آپ تند خو، سخت طبع ہوتے تو وہ لوگ آپ کے پاس سے منتشر ہو گئے ہوتے، سو آپ ان سے درگزر کیجئے، اور ان کے لئے استغفار کر دیجئے، اور ان سے معاملات میں مشورہ لیتے رہئے۔ لیکن جب آپ پختہ ارادہ کر لیں تو پھر اللہ پر بھروسہ رکھیئے، بے شک اللہ تعالیٰ ان سے محبت رکھتا ہے جو اس پر بھروسہ رکھتے ہیں) ﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ، وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ﴾ [سورہ اعراف:۱۹۹] (درگزر اختیار کیجئے اور نیک کام کا حکم دیتے رہیئے اور جاہلوں سے کنارہ کش ہو جایا کیجئے)۔

یہ چند متفرق مضامین ہیں، یہ علم و تحقیق یا سیرت نگاری میں کوئی اضافہ نہیں، یہ اپنے متفرق مضامین کے ذریعہ اس مبارک قافلہ میں شرکت کی سعادت حاصل کرنے کی کوشش ہے، جیسا کہ اہل علم و فکر کو سیرت مبارکہ کو پیش کرنے کی سعادت حاصل ہوئی، اس قافلہ کے خادموں میں اگر اس کا شمار ہو جائے تو یہ کوشش کامیاب اور فلاح دارین کا باعث ہوگی، اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ اس مبارک کام میں مزید شرکت کی توفیق عطا فرمائے، وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ.

ایک مضمون میں سیرت مبارکہ کے بعض اہم پہلوؤں پر سیرت نگاروں کی تحریروں کے بعض نمونے بھی پیش کئے ہیں جو ادبی حیثیت سے اہمیت کے حامل ہیں۔

ایک مضمون میں علم کی فضیلت اور اس کے عام کرنے اور تعلیم و تربیت کی اہمیت کے سلسلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ اور آپ کی تعلیمات پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے، جس کے نتیجہ میں دنیا سے جہالت دور ہوئی اور جہالت کے اثرات کا خاتمہ ہوا اور دوسری قوموں نے بھی اس سے فائدہ اٹھایا، جس کا اعتراف خود یورپ کے انصاف پسند اہل قلم نے کیا ہے۔

دیگر مضامین میں سرور کائنات خاتم الرسل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

جامعیت، ہمہ گیریت اور آفاقیت اور سیرت رسول اکرم ﷺ کے نمایاں پہلو اور ممتاز صفت ''رحمۃ للعالمینؐ'' پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اس مجموعہ میں علامہ سید سلیمان ندوی اور مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی کا ایک ایک اقتباس اور بعض نعت گو شعراء کی نعت کے نمونے بھی افادیت کے خیال سے شامل کے گئے ہیں، جو علمی اور ادبی حیثیت سے امتیازی حیثیت رکھتے ہیں۔ اخیر میں سیرت نبوی پر اردو اور عربی میں لکھی گئی اہم کتابوں کا تذکرہ بھی شامل کیا گیا ہے۔

اکثر مضامین عربی میں تھے ان کو اردو میں عزیزی مولوی محمد وثیق ندوی نے منتقل کیا، اور انہوں نے ہی اس مجموعہ کو مرتب کیا، ہم ان کے ممنون ہیں، اللہ تعالی اس کوشش کو قبول فرمائے۔

وصلى الله تعالى على خير خلقه محمد وعلى آله وصحبه أجمعين.

محمد واضح رشید حسنی ندوی
ندوۃ العلماء لکھنؤ

جمعہ، ۱۱؍ربیع الاول؍۱۴۳۱ھ
۲۶؍فروری ۲۰۱۰ء

بسم الله الرحمن الرحیم

مقدمہ

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین خاتم النبیین محمد وعلی آله وصحبه أجمعین.

اللہ تعالی نے انسانیت کی فلاح و بہبود کے لئے اور خالقِ کائنات وانس وجن کی الوہیت ووحدانیت پر ایمان رکھتے ہوئے نیک سیرت اور اچھے اخلاق اختیار کرنے کے لئے مسلسل نبی مبعوث کیے، جس کا سلسلہ ساری مخلوق انسانی کے مورث حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور ہر قوم اور ہر انسانی آبادی میں یہ انبیاء آئے اور انھوں اصلاح وارشاد کا کام کیا، لیکن انسانوں نے عام طور پر ان مصلح اور رہبرِ انسانیت شخصیتوں کی قدر کم کی اور ان کے سمجھانے اور اچھے اور برے اعمال کا فرق بتانے کے باوجود بہت سے لوگوں نے اپنی اصلاح نہیں کی اور اکثر انسان غلط راہوں ہی پر قائم رہتے رہے، پھر حضرت عیسی علیہ السلام مبعوث ہوئے اور خاص معجزوں کے ذریعہ اپنے کو خدا کی طرف سے مبعوث کیا ہوا نبی ثابت کیا، لیکن ان کے ساتھ بھی برا سلوک کیا گیا، اس پر اللہ تعالی کو سخت ناراضی ہوئی اور اس نے نبی بھیجنے کا سلسلہ کچھ عرصہ کے لئے موقوف کردیا، ورانسانیت مزید خرابیوں میں مبتلا ہوگئی۔

لیکن پھر اللہ تعالی کی رحمت جوش میں آئی اور اس نے عربوں میں حضرت محمد ﷺ کو نبی بنایا اور ان کو زیادہ کوشش اور کام کی توفیق دی، اور ان کا کام بڑھا کر پوری انسانیت بلکہ انسانوں سے بڑھ کر جنوں تک اور ان کے عہد سے لیکر دنیا کے اختتام تک کے لئے نبی مقرر کیا اور ان کے نبوت کے کام کے لئے ۲۳ سالہ مدت رکھی جو ان کی حیات طیبہ میں چالیس سال کی عمر سے لیکر ۶۳ سال کی عمر تک رہی، ان کے کام کا آغاز خود ان کے شہر مکہ مکرمہ سے ہوا اور پھر اس سے بڑھ کر قرب وجوار کے شہروں اور پورے عرب تک پھیلا اور پھر جزیرۃ العرب کے باہر علاقوں تک پہونچا، اس طرح آپ کی حیات طیبہ کی ۲۳ سالہ مدت

میں ہدایت واصلاحِ عقیدہ وعمل کا پیغام آپ کا نبوی پیغام عالمی پیغام بن گیا، اور پھر آخری حج میں جس میں لاکھ کی تعداد میں آپ کے ماننے والے جمع ہوئے تھے، آپ نے اپنے ماننے والوں کو ضروری ہدایات کے ساتھ یہ بھی ہدیت دی کہ ہم نے تم کو جو پیغام پہونچایا ہے، وہ صرف تم تک محدود نہیں، بلکہ یہ تم کو دوسروں تک بھی پہونچانا ہے، اور یہ بھی فرمایا کہ جن کو پہونچایا جائے گا ہوسکتا ہے کہ ان میں بہت سے تم سے زیادہ ماننے اور سمجھنے والے ہوں۔

اس طرح آپ ﷺ نے اس پیغام کو دنیا کے رہتے تک دائمی بنادیا، اور معاملہ صرف پہونچانے اور بتانے تک ہی نہیں رکھا، بلکہ اللہ رب العالمین کے حکم سے آپ ﷺ نے اس دین کو عالمی اور ابدی حیثیت کا بنادیا، جو ہر قوم کے لئے اور دنیا کے ہر خطہ کے لئے اور تا قیامت لازم اور لائق عمل قرار دیا جس کے لئے حضور محمد ﷺ کی اتباع سب پر لازم ہوئی اور صرف اسی راہ سے آخرت میں نجات حاصل ہوگی، اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں فرمایا: اے محمد! لوگوں سے کہدو کہ اگر تم اللہ کو چاہتے ہو تو میری اتباع کرو، یعنی میری بات مانو، تب ہی اللہ تعالی تم کو چاہے گا، اور قرآن مجید میں دوسری جگہ فرمایا: رسول تمارے لئے بہترین نمونہ ہیں، اور یہ اس کے لئے ہے جو اللہ سے امید لگائے اور آخرت میں کامیابی کی امید کرے اور اللہ کو زیادہ سے زیادہ یاد کرے۔

ان دونوں باتوں سے دو پہلو سامنے آئے، ایک تو یہ کہ اللہ کے رسول ﷺ کی ہدایات ہی پر عمل کرنا ہے، دوسرے انہوں نے جس طرح زندگی گزاری اور جس طرح عمل کیا، اسی کو نمونہ بنانا ہے، ان دونوں ہدایات کو سامنے رکھتے ہوئے یہ بات طے ہو جاتی ہے کہ حضور ﷺ کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد بھی آپ کی رہنمائی جاری ہے، آپ کے اقوال کے ذریعہ، پھر آپ کے عملی نمونہ کے ذریعہ سے واجب الاتباع ہے، اور اسی میں کامیابی رکھی گئی ہے۔

اس طریقہ سے ہر مسلمان پر یہ لازم ہو جاتا ہے، کہ وہ معلوم کرے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اطاعت الٰہی اور اصلاح وعمل حسن کے سلسلہ میں کیا فرمایا اور دین ودنیا کے معاملہ میں کیا طرز عمل اختیار کیا ہے، تا کہ وہ آپ کی پیروی کر سکے، اور آپ کے نمونہ پر چلنے کی کوشش کر سکے، اس طریقہ سے ایک طرف آپ کی حدیث شریف سے تعلق پیدا کرنے کی ضرورت ہوتی ہے، اور دوسرے آپ کی سیرت طیبہ کے جاننے کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔

اس کے لئے الحمد للہ آپ ﷺ کی احادیث کو بہت احتیاط اور دیانتداری کے ساتھ ان کے صحابہ اور تابعین صحابہ نے جمع کر دیا، اسی کے ساتھ ساتھ مختلف زمانوں میں نیک اور صالح علماء نے آپ کی سیرت طیبہ کے مختلف پہلوؤں بھی کو پیش کیا ہے، جس کے نتیجہ میں سیرت طیبہ پر مسلسل کتابیں تیار ہوتی رہی ہیں، اور ان سے فیض ملتا رہا ہے، سیرت پر لکھنے والوں کو اس نیک کام کی سعادت ملتی رہی اور ان کے پڑھنے والوں کو اپنی زندگی کے لئے رہنمائی حاصل ہوتی رہی، اس طریقہ سے حضور ﷺ کی حیات طیبہ میں آپ کا جو فیض نبوت تھا وہ آپ کی حیات طیبہ کے دوران فیض صحبت کی صورت میں اور آپ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد وہ فیض بصورت صحبت نہیں، بلکہ وہ آپ کی سیرت طیبہ کے مطالعہ اور احادیث شریفہ سے استفادہ کی صورت میں قائم و دائم ہے، جو فیض صحبت ہی کی سچی اور مطابق اصل نقل کہی جا سکتی ہے، اور اس کا فائدہ فیض صحبت ہی سے ملتا جلتا ہے۔

لہٰذا سیرت طیبہ پر جو کام کیا گیا اور کیا جا رہا ہے، سب قابل قدر ہی نہیں، بلکہ پوری طرح قابل استفادہ ہے، اس مقصد سے صدیوں سے دونوں پہلوؤں پر کتابیں شائع ہوتی چلی آ رہی ہیں، موجودہ عہد میں بھی دسیوں کتابیں شائع ہوئیں، جن میں مختلف پہلوؤں سے افادیت ملتی ہے، اب یہ کتاب ''محسن انسانیت'' مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی (معتمد تعلیم ندوۃ العلماء لکھنو) کے مجموعہ مضامین کی صورت میں سامنے آ رہی ہے، مولانا ندوی عربی کے بڑے فاضل اور بزرگوں کے صحبت یافتہ ہیں، سیرت کا مطالعہ بھی بہت وسیع اور بہت اچھا ہے، اور سیرت کا جو تربیتی پہلو ہے اس کو بھی انہوں نے اچھی طرح سمجھا ہے، ان کے یہ مضامین جو اس مجموعہ میں شامل ہیں اس بات کو ظاہر کرتے ہیں اور ان کی یہ خصوصیت اس مجموعہ مضامین کی افادیت و اثر انگیزی کا ایک ذریعہ ہے، امید ہے کہ ان کو پڑھ کر قارئین کو بڑا فائدہ ہوگا، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

محمد رابع حسنی ندوی
ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۸ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ
۲۳ فروری ۲۰۱۰ء

صبح سعادت

ـــــــــــ ماہرالقادری

کچھ کفر نے فتنے پھیلائے، کچھ ظلم نے شعلے بھڑکائے
سینوں میں عداوت جاگ اٹھی، انساں سے انساں ٹکرائے

پامال کیا برباد کیا کمزور کو طاقت والوں نے
جب ظلم وستم حد سے گزرے تشریف محمد لے آئے

رحمت کی گھٹائیں لہرائیں، دنیا کی امیدیں برآئیں
اکرام وعطا کی بارش کی، اخلاق کے موتی برسائے

تہذیب کی شمعیں روشن کیں، اونٹوں کے چرانے والوں نے
کانٹوں کو گلوں کی قسمت دی، ذروں کے مقدر چمکائے

کچھ کیف دیا، کچھ ہشیاری، کچھ سوز دیا کچھ ساز دیا
میخانۂ علم وعرفاں میں توحید کے ساغر چھلکائے

ہر چیز کو رعنائی دیکر دنیا کو حیات نو بخشی
صبحوں کے بھی چہروں کو دھویا راتوں کے بھی گیسو سلجھائے

اللہ سے رشتے کو جوڑا، باطل کے طلسموں کو توڑا
خود وقت کے دھارے کو موڑا، طوفاں میں سفینے تیرائے

تلوار بھی دی، قرآں بھی دیا، دنیا بھی عطا کی، عقبیٰ بھی
مرنے کو شہادت فرمایا، جینے کے طریقے سمجھائے

مکہ کی زمیں اور عرش کہاں، دم بھر میں یہاں پل بھر میں وہاں
پتھر کو عطا کی گویائی اور چاند کے ٹکڑے فرمائے

مظلوموں کی فریاد سنی مجبوروں کی غمخواری کی
زخموں پہ خنک مرہم رکھے، بے چین دلوں کے کام آئے

عورت کو حیا کی چادر دی، غیرت کا غازہ بھی بخشا
شیشوں میں نزاکت پیدا کی، کردار کے جوہر چمکائے

توحید کا دھارا رک نہ سکا، اسلام کا پرچم جھک نہ سکا
کفار بہت کچھ جھنجھلائے شیطاں نے ہزاروں بل کھائے

اے نام محمد صلِّ علیٰ ماہرؔ کیلئے تو سب کچھ ہے
ہونٹوں پہ تبسم بھی آیا، آنکھوں میں بھی آنسو بھر آئے

☆☆☆

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
جامع، کامل اور عالمگیر نمونہ

علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ

"ایک ایسی شخصی زندگی جو ہر طائفۂ انسانی اور ہر حالت انسانی کے مختلف مظاہر اور ہر قسم کے صحیح جذبات اور کامل اخلاق کا مجموعہ ہو، صرف محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت ہے، اگر تم دولت مند ہو تو مکہ کے تاجر اور بحرین کے خزینہ دار کی تقلید کرو، اگر تم غریب ہو تو شعب ابی طالب کے قیدی اور مدینہ کے مہمان کی کیفیت سنو، اگر تم بادشاہ ہو تو سلطان عرب کا حال پڑھو، اگر تم رعایا ہو تو قریش کے محکوم کو ایک نظر دیکھو، اگر تم فاتح ہو تو بدر وحنین کے سپہ سالار پر نگاہ دوڑاؤ، اگر تم نے شکست کھائی ہے تو معرکۂ احد سے عبرت حاصل کرو، اگر تم استاد و معلم ہو تو صفہ کے درسگاہ کے معلم قدس کو دیکھو، اگر شاگرد ہو تو روح الامین کے سامنے بیٹھنے والے پر نظر جماؤ، اگر تم واعظ و ناصح ہو تو مسجد مدینہ کے منبر پر کھڑے ہونے والے کی باتیں سنو، اگر تم تنہائی اور بے کسی کے عالم میں حق کے منادی کا فرض انجام دینا چاہتے ہو تو مکہ کے بے یار و مددگار نبی کا اسوۂ حسنہ تمہارے سامنے ہے، اگر تم حق کی نصرت کے بعد اپنے دشمنوں کو زیر اور اپنے مخالفوں کو کمزور بنا چکے ہو تو فاتح مکہ کا نظارہ کرو، اگر تم اپنے کاروبار اور دنیاوی جدوجہد کا نظم ونسق درست کرنا چاہتے ہو تو بنی نضیر، خیبر اور فدک کی زمینوں کے مالک کے کاروبار اور نظم ونسق کو دیکھو، اگر یتیم ہو تو عبداللہ اور آمنہ کے جگر گوشہ کو نہ بھولو، اگر بچہ ہو تو حلیمہ سعدیہ کے لاڈلے کو دیکھو، اگر تم جوان ہو تو مکہ کے ایک چرواہے کی سیرت پڑھو، اگر تم سفری کاروبار میں ہو تو بصرہ کے کاروان سالار کی مثال ڈھونڈو، اگر تم عدالت

کے قاضی ہو اور پنچایتوں کے ثالث ہو تو کعبہ میں نور آفتاب سے پہلے داخل ہونے والے ثالث کو دیکھو جو حجر اسود کو کعبہ کے ایک گوشہ میں کھڑا کر رہا ہے، مدینہ کی کچی مسجد کے صحن میں بیٹھنے والے منصف کو دیکھو، جس کی نظر انصاف میں شاہ و گدا اور امیر و غریب سب برابر تھے، اگر تم بیویوں کے شوہر ہو تو خدیجہؓ اور عائشہؓ کے مقدس شوہر کی حیات پاک کا مطالعہ کرو، اور اگر تم اولاد والے ہو تو فاطمہؓ کے باپ اور حسنؓ و حسینؓ کے نانا کا حال پوچھو، غرض تم جو کچھ بھی ہو اور کسی حال میں بھی ہو تمہاری زندگی کے لئے نمونہ، تمہاری سیرت کی درستگی و اصلاح کے لئے سامان، تمہارے ظلمت خانہ کے لئے ہدایت کا چراغ اور رہنمائی کو نور محمد ﷺ کی جامعیت کبری کے خزانہ میں ہر وقت اور ہمہ دم مل سکتا ہے، اس لئے طبقات انسانی کے ہر طالب علم اور نور ایمانی کے ہر متلاشی کے لئے صرف محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت ہدایت کا نمونہ اور نجات کا ذریعہ ہے، جس کی نگاہ کے سامنے محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت ہے، اس کے سامنے نوح و ابراہیم، ایوب و یونس، موسی و عیسی علیہم السلام سب کی سیرتیں موجود ہیں، گویا تمام دوسرے انبیاء کرام کی سیرتیں، ایک ہی جنس کی اشیاء کی دوکانیں ہیں، اور محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت، اخلاق و اعمال کی دنیا کا سب سے بڑا بازار ہے، جہاں ہر جنس کے خریدار اور ہر شئے کے طلبگار کے لئے بہترین سامان موجود ہے"۔ (۱)

(۱) خطبات مدراس: ص: ۹۶-۹۸۔

کتب سیرت کا ادبی جائزہ

سیرت نبوی ایسا موضوع ہے جس پر دوسرے موضوعات سے زیادہ کتابیں تصنیف کی گئیں، عہد اول سے اس عصر تک مختلف زبانوں میں لکھا گیا اور لکھنے والوں نے اپنے ذوق اور ذات نبوی سے وابستگی کے اعتبار سے سیرت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے، اور اس میں اپنے تأثر کو بھی پیش کیا ہے، اس پر لکھنے والے، مؤرخ بھی ہیں اور محقق بھی، سیرت نگار بھی ہیں اور ادیب بھی، سیاسی ذہن رکھنے والے بھی ہیں اور مفکر بھی، موافق اور معتقد بھی ہیں اور مخالف و معاند بھی، اس کی وجہ سے اس موضوع پر تصنیف کی جانے والی کتابوں میں اسلوب اور بیان اور تأثر کے اظہار میں جتنا تنوع ہے اتنا تنوع کسی دوسرے موضوع میں نہیں ہے۔

ولادت باسعادت سے پہلے دنیا کی جو حالت تھی، صرف اس کو لیجئے اور مختلف سیرت کی کتابوں کا مطالعہ کیجئے، تو آپ کو مصنف کے ذوق اور ادبی صلاحیت اور عرض کی قوت کا اندازہ ہوسکتا ہے۔

ولادت رسول کے اہم واقعہ کو سیرت نگاروں نے کس طرح بیان کیا ہے، اس سے سیرت نگار کی ادبی صلاحیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے، علامہ شبلی نعمانی جیسا ادیب شاعر مؤرخ صاحب قلم اور حب نبوی سے سرشار سیرت نگار کی کشمکش کا اندازہ اس مختصر مؤثر اور شاہکار تحریر سے کیا جاسکتا ہے، جو ظہور قدسی کے عنوان سے انہوں نے سپرد قلم کی ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کتنی بار انہوں نے اپنی تحریر کو بدلا ہوگا اور اس کو ناکافی سمجھا ہوگا، اور آخر کار اس تحریر پر قناعت کی ہوگی، وہ تحریر فرماتے ہیں:۔

''چمنستان دہر میں بارہا روح پرور بہاریں آچکی ہیں، چرخ نادرۂ کار نے کبھی کبھی بزم عالم اس سروسامان سے سجائی کہ نگاہیں خیرہ ہوکر رہ گئی ہیں۔

لیکن آج کی تاریخ وہ تاریخ ہے جس کے انتظار میں پیر کہن سال دہر نے کروڑوں برس صرف کر دیئے، سیارگان فلک اسی دن کے شوق میں ازل سے چشم براہ تھے، چرخ کہن مدت ہائے دراز سے اسی صبح جان نواز کے لئے لیل ونہار کی کروٹیں بدل رہا تھا، کارکنان قضا وقدر کی بزم آرائیاں، عناصر کی جدت طرازیاں، ماہ وخورشید کی فروغ انگیزیاں، ابر وباد کی تردستیاں، عالم قدس کے انفاس پاک، توحید براہیم، جمال یوسف معجز طرازئ موسی، جان نوازئ مسیح، سب اسی لئے تھے کہ یہ متاع ہائے گراں قدر شہنشاہ کونین ﷺ کے دربار میں کام آئیں گے۔

آج کی صبح وہی صبح جان نواز، وہی ساعت ہمایوں، وہی دور فرخ فال ہے، ارباب سیر اپنے محدود پیرائے بیان میں لکھتے ہیں: کہ آج کی رات ایوان کسری کے چودہ کنگرے گر گئے، آتشکدۂ فارس بجھ گیا، دریائے ساوہ خشک ہوگیا، لیکن سچ یہ ہے کہ ایوان کسری نہیں، بلکہ شان عجم، شوکت روم، اوج چین کے قصر ہائے فلک بوس گر پڑے، آتش فارس نہیں، بلکہ جحیم شر، آتش کدہ کفر، آزر کدۂ گمرہی سرد ہوکر رہ گئے، صنم خانوں میں خاک اڑنے لگی، بت کدے خاک میں مل گئے، شیرازۂ مجوسیت بکھر گیا، نصرانیت کے اوراق خزاں دیدہ ایک ایک کر کے جھڑ گئے۔

توحید کا غلغلہ اٹھا، چمنستان سعادت میں بہار آگئی، آفتاب ہدایت کی شعائیں ہر طرف پھیل گئیں، اخلاق انسانی کا آئینہ پرتو قدس سے چمک اٹھا، یعنی یتیم عبداللہ، جگر گوشۂ آمنہ، شاہ حرم، حکمران عرب، فرمانروائے عالم، شہنشاہ کونین

شمسہ نہ مسند ہفت اختران
ختم رسل خاتم پیغمبراں

احمد مرسل کہ خرد خاک اوست
ہر دو جہان بستہ فتراک اوست

امی و گویا بہ زبان فصیح
از الف آدم و میم مسیح

رسم ترنج است کہ در روزگار
پیش وہد میوہ پس آرد بہار

عالم قدس سے عالم امکان میں تشریف فرمائے عزت واجلال ہوا، اللّٰھم صل علیه وعلی آله واصحابه وسلم"(۱)۔

ولادت باسعادت ہی کو ماہر القادری صبح سعادت کے عنوان سے اس طرح بیان کرتے ہیں:۔

کچھ کفر نے فتنے پھیلائے، کچھ ظلم نے شعلے بھڑکائے
سینوں میں عداوت جاگ اٹھی، انساں سے انساں ٹکرائے

پامال کیا برباد کیا کمزور کو طاقت والوں نے
جب ظلم وستم حد سے گزرے تشریف محمد لے آئے

رحمت کی گھٹائیں لہرائیں، دنیا کی امیدیں برآئیں
اکرام وعطا کی بارش کی، اخلاق کے موتی برسائے

تہذیب کی شمعیں روشن کیں، اونٹوں کے چرانے والوں نے
کانٹوں کو گلوں کی قسمت دی، ذروں کے مقدر چمکائے

کچھ کیف دیا، کچھ ہشیاری، کچھ سوز دیا کچھ سازدیا
میخانۂ علم وعرفاں میں توحید کے ساغر چھلکائے

ہر چیز کو رعنائی دیکر دنیا کو حیات نو بخشی
صبحوں کے بھی چہروں کو دھویا راتوں کے بھی گیسو سلجھائے

اللہ سے رشتے کو جوڑا، باطل کے طلسموں کو توڑا
خود وقت کے دھارے کو موڑا، طوفاں میں سفینے تیرائے

---

(۱) سیرۃ النبی: ۱/۱۱۱۔

تلوار بھی دی، قرآن بھی دیا، دنیا بھی عطا کی، عقبی بھی
مرنے کو شہادت فرمایا، جینے کے طریقے سمجھائے

سیرت نبوی میں ایسے مواقع آئے ہیں جن کو بیان کرنا مشکل کام ہے، پہلی وحی کے موقع پر جو کیفیت ہوئی اسکو حضور ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا، ام المؤمنین حضرت خدیجہؓ نے تسلی دی اور ورقہ بن نوفل کے یہاں لے گئیں۔اس واقعہ کو مختلف سیرت نگاروں نے مختلف انداز سے بیان کیا ہے۔عربی میں اس طرح ہے:"خاف على نفسه ورجع إلى بيته، ترتعد فرائصه، وقال: زملوني زملوني، لقد خشيت على نفسي".

غار حراء کے واقعہ اور وحی کے نزول کی کیفیت کو علامہ شبلی نعمانی اس طرح بیان کرتے ہیں اور صحیح تصویر کشی سے اپنی عاجزی کا اعتراف کرتے ہیں:۔

"نبوت کا دیباچہ یہ تھا کہ خواب میں آپ ﷺ پر اسرار منکشف ہونے شروع ہوئے، جو کچھ آپ خواب دیکھتے تھے، بعینہ وہی پیش آتا تھا، ایک دن جب کہ آپ ﷺ حسب معمول غار حراء میں مراقبہ میں مصروف تھے، فرشتۂ غیب نظر آیا کہ آپ سے کہہ رہا ہے:۔

"اقرأ باسم ربك الذي خلق، خلق الإنسان من علق، اقرأ وربك الأكرم الذي علم بالقلم، علم الإنسان ما لم يعلم" [علق:۱-۵] پڑھ اس خدا کا نام جس نے کائنات کو پیدا کیا، جس نے آدمی کو گوشت کے لوتھڑے سے پیدا کیا، پڑھ تیرا خدا کریم ہے، وہ جس نے انسان کو قلم کے ذریعہ سے علم سکھایا، وہ جس نے انسانوں کو وہ باتیں سکھائیں جو اسے معلوم نہ تھیں۔

آپ ﷺ گھر واپس تشریف لائے تو جلال الٰہی سے لبریز تھے۔

آپ نے حضرت خدیجہ سے تمام واقعہ بیان کیا، وہ آپ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں، جو عبری زبان جانتے تھے اور توریت انجیل کے ماہر تھے، انہوں نے آپ سے واقعہ کی کیفیت سنی، تو کہا: یہ وہی ناموس ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر اترا تھا۔

روایت میں ہے کہ آنحضور ﷺ کو ڈر پیدا ہوا، حضرت خدیجہ نے کہا آپ متردد نہ ہوں، خدا آپ کا ساتھ نہیں چھوڑا گا، پھر وہ آپ کو ورقہ کے پاس لے گئیں، انہوں نے

آپ کی نبوت کی تصدیق کی۔

آنحضورﷺ کی زبان سے بے شبہ یہ الفاظ نکلے ''مجھ کو ڈر ہے'' لیکن یہ تردد، یہ ہیبت، یہ اضطراب، جلال الٰہی کا تأثر (اور نبوت کے بارگراں کی عظمت کا تخیل تھا) آپ نے کیا دیکھا؟ ناموس اعظم نے کیا کہا؟ کیا کیا مشاہدات ہوئے؟ یہ وہ نازک باتیں ہیں جو الفاظ کا تحمل نہیں کرسکتیں''۔(۱)۔

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ غار حراء کو دیکھ کر اپنے تأثر کو اس طرح بیان کرتے ہیں:۔

''میں جبل نور پر چڑھا اور اس کے غار پر جو''غار حراء'' کے نام سے مشہور ہے، جا کھڑا ہوا، یہاں پہونچ کر میں نے اپنے دل میں کہا: یہی جگہ ہے جہاں خداوند کریم نے حضرت محمدﷺ کو پیغمبری کا شرف عطا فرمایا اور پہلی مرتبہ وحی نازل فرمائی، پس یہ کہنا حق ہے کہ یہیں سے وہ آفتاب طلوع ہوا، جس کی کرنوں نے دنیا پر نور برسایا اور اسے ایک نئی زندگی بخشی، یہ عالم ہر دن ایک نئی صبح کو خوش آمدید کہتا ہے، لیکن اکثر وبیشتر اس صبح میں نیا پن ہوتا ہے نہ کوئی ندرت، اور نہ ہر صبح، صبح سعادت، ان صبحوں کی آمد سے انسان تو جاگ جاتے ہیں، مگر دلوں کی نیند میں ذرا فرق نہیں آتا اور روحوں کی بستی یونہی خواب غفلت میں پڑی رہتی ہے، کیا شمار ایسے تاریک دنوں کا اور ایسی جھوٹی صبحوں کا؟ البتہ اس غار سے حقیقی معنی میں صبح صادق نمودار ہوئی تھی، جس کے نور نے ہر چیز کو چمکایا اور اس کی آمد نے ہر شئے کو جگایا اور اسی صبح سے تاریخ کا رخ مڑا اور زمانہ کا رنگ بدلا''۔(۲)

دعوت اسلام پیش کرنے پر قریش کے معاندانہ رویہ پر سخت حالات پیش آئے خاص طور پر جب ابوطالب نے جو ہمیشہ تسلی دیتے رہتے تھے، مجبور ہو کر آپ سے کہا: ہم پر رحم کرو، میں اب ضعیف ہوں، جس کے بعد حضورﷺ کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں اور حضورﷺ نے فرمایا:۔

''چچا! خدا کی قسم اگر یہ لوگ میرے داہنے ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند لا کر رکھ دیں، اور (اس کے بدلہ) یہ چاہیں کہ میں اس کام کو چھوڑ دوں، تو بھی میں ایسا نہیں

---

(۱) سیرۃ النبی: ۱/۱۲۸۔ (۲) کاروان مدینہ، ص: ۳۸۔

کر سکوں گا، مجھے تو یہ کام کرنا ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالی اس کام کو غالب کردے یا میں اسی راستہ میں ہلاک ہو جاؤں"۔

سیرت نبوی میں اسراء اور معراج کا واقعہ ادبی حیثیت سے بہت اہمیت کا حامل ہے، عربی ادب کے ساتھ مغربی ادب پر بھی اس کا اثر پڑا، بعض محققین کی رائے میں ابوالعلاء المعری کا ادبی شاہکار "رسالۃ الغفران" اس کا مصداق ہے۔ علامہ سید سلیمان ندوی واقعہ معراج کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"بہر حال آپ ﷺ جب پہلے آسمان پر چڑھے، تو آپ ﷺ کو ایک شخص بیٹھا ہوا نظر آیا، جس کے دائیں بائیں بہت سی پرچھائیں تھیں، جب وہ دائیں جانب دیکھتا تھا تو ہنستا تھا اور جب بائیں جانب نگاہ جاتی تھی، تو روتا تھا، آنحضرت ﷺ کو دیکھ کر اس نے کہا: مرحبا اے نبی صالح، آنحضرت ﷺ نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا، یہ آدم ہیں اور ان کے دائیں بائیں کی پرچھائیاں ان کی اولاد کی اولاد کی روحیں ہیں، دائیں جانب والے جنتی اور بائیں جانب والے دوزخی ہیں، اس لئے وہ دائیں جانب دیکھتے ہیں، تو ہنستے ہیں اور بائیں جانب نگاہ کرتے ہیں تو روتے ہیں"۔ (۱)۔

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی لکھتے ہیں:۔

"معراج میں آپ کو جو چیزیں دکھائی گئیں ان کا تذکرہ روایات میں آیا ہے، مثال کے طور پر جیسا کہ سنن ابوداؤد کی روایت ہے جس میں حضور ﷺ نے بتایا کہ جب میری معراج ہوئی میرا گذر ایسے لوگوں کے پاس سے ہوا جن کے تانبے کے ناخن تھے، جن سے وہ اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے، میں نے کہا اے جبرئیل یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے تھے، اور لوگوں کی ناموس کا خیال نہیں کرتے تھے (یعنی غیبت کرتے اور بدنام کرتے تھے)"۔ (۲)۔

ہجرت کے واقعہ اور غار ثور کے قیام کو عربی کے مشہور ادیب اور سیرت نگار عباس محمود العقاد نے سیرت کا اہم ترین واقعہ قرار دیا ہے، غار حراء میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے

---

(۱) سیرۃ النبی: ۳/۲۲۹۔ (۲) رہبر انسانیت، ص ۱۸۷۔

میں بعض سیرت نگاروں نے یہ بیان کیا ہے "ففزع رسول اللہ ﷺ وقال زملونی زملونی" اس پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے تسلی دی، غار ثور میں خود قرآن کریم کے مطابق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خوف محسوس ہوا تو حضور ﷺ نے تسلی دی:

﴿ اِلَّا تَنۡصُرُوۡهُ فَقَدۡ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذۡ اَخۡرَجَهُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا ثَانِىَ اثۡنَيۡنِ اِذۡ هُمَا فِى الۡغَارِ اِذۡ يَقُوۡلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحۡزَنۡ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنۡزَلَ اللّٰهُ سَكِيۡنَتَهٗ عَلَيۡهِ وَ اَيَّدَهٗ بِجُنُوۡدٍ لَّمۡ تَرَوۡهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوا السُّفۡلٰى وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِىَ الۡعُلۡيَا وَاللّٰهُ عَزِيۡزٌ حَكِيۡمٌ ﴾

[سورۃ التوبۃ: ۴۰]

اگر تم لوگ ان کی (یعنی رسول اللہ) کی مدد نہ کرو گے تو ان کی مدد تو خود اللہ کر چکا ہے جب کہ ان کو کافروں نے وطن سے نکال دیا تھا جب کہ دو میں سے ایک وہ تھے، جب کہ دونوں غار میں موجود تھے، جب کہ وہ اپنے رفیق سے کہہ رہے تھے کہ غم نہ کرو بے شک اللہ ہم لوگوں کے ساتھ ہے، سو اللہ نے اپنی تسلی ان (رسول) کے اوپر نازل کی اور ان کی تائید ایسے لشکروں سے کی جنھیں تم لوگوں نے نہ دیکھا اور اللہ نے کافروں کی بات نیچی کردی اور اللہ ہی کی بات اونچی رہی اور اللہ بڑا زبردست ہے، بڑا حکمت والا ہے۔

اُم معبد نے حضور ﷺ کا جو وصف بیان کیا ہے وہ ادبی حیثیت سے شاہکار ہے اور اعلی ترین ادبی نمونہ ہے، اسکو دوسری زبان میں منتقل کرنا آسان کام نہیں، فن کار صاحب اسلوب ادیب ہی دوسری زبان میں اسکو منتقل کرسکتا ہے، اُم معبد کے واقعہ کو حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح بیان کیا ہے:۔

"غار سے نکل کر پہلے ہی دن اس مبارک قافلہ کا گزر اُم معبد کے خیمہ پر ہوا، یہ خاتون قوم خزاعہ سے تھیں، مسافروں کی خبر گیری اور ان کی تواضع کے لئے مشہور تھیں، سر راہ پانی پلایا کرتی تھیں اور مسافر وہاں ٹھہر کر ستایا کرتے تھے، یہاں پہونچ کر بڑھیا سے پوچھا کہ اس کے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے؟ وہ بولیں: نہیں، اگر کوئی شئے موجود ہوتی تو دریافت کرنے سے پہلے میں خود حاضر کردیتی، نبی ﷺ نے خیمہ کے گوشہ میں ایک بکری دیکھی، پوچھا: یہ بکری کیوں کھڑی ہے؟

ام معبد نے کہا کہ کمزور ہے، ریوڑ کے ساتھ نہیں چل سکتی، نبی ﷺ نے فرمایا: اجازت ہے کہ ہم اسے دوہ لیں؟ ام معبد نے کہا کہ اگر دودھ معلوم ہوتا ہے، تو دوہ لیجئے، نبی ﷺ بسم اللہ کہکر بکری کے تھنوں کو ہاتھ لگایا، برتن مانگا، وہ ایسا بھر گیا کہ دودھ اچھل کر زمین پر گر گیا، یہ دودھ آنحضرت ﷺ اور ہمراہیوں نے پی لیا، دوسری دفعہ پھر بکری کو دوہا گیا، برتن پھر بھر گیا، یہ بھی ہمراہیوں نے پیا، تیسری مرتبہ برتن پھر بھر گیا اور اُم معبد کے لئے چھوڑ دیا گیا اور آگے کو روانہ ہو گئے۔

کچھ دیر بعد ام معبد کے شوہر آئے، خیمہ میں دودھ کا برتن بھرا دیکھ کر حیران ہو گئے کہ یہ کہاں سے آیا، ام معبد نے کہا کہ ایک بابرکت شخص یہاں آئے تھے، اور یہ دودھ ان کے قدوم کا نتیجہ ہے، وہ بولے کہ یہ تو وہی صاحب قریش معلوم ہوتے ہیں جن کی مجھے تلاش تھی، اچھا ذرا ان کی توصیف کرو، ام معبد بولیں:۔

''میں نے ایک شخص کو دیکھا، جس کی نظافت نمایاں، جس کا چہرہ تاباں اور جس کی ساخت میں تناسب تھا، پاکیزہ رو اور پسندیدہ خو، نہ فربہی کا عیب، نہ لاغری کا نقص، نہ پیٹ نکلا ہوا، نہ سر کے بال گرے ہوئے، چہرہ وجیہ، جسم تنومند اور قد موزوں تھا، آنکھیں سرمگیں تھیں، فراخ اور سیاہ تھیں، پتلیاں کالی تھیں، ڈھیلے بہت سفید تھے، پلکیں گھنی اور لمبی تھیں، پروقار خاموش دلبستگی لئے ہوئے، کلام شیریں اور واضح، نہ کم سخن، نہ بسیار گو، گفتگو اس انداز کی جیسے پروئے موتی، دو نرم و نازک شاخوں کے درمیان ایک شاخ تازہ جو دیکھنے میں خوش منظر، رفیق ان کے گرد و پیش رہتے ہیں، جو کچھ وہ فرماتے ہیں، وہ سنتے ہیں، جب حکم دیتے ہیں، تو تعمیل کے لئے جھپٹتے ہیں، مخدوم و مطاع، نہ کوتاہ سخن نہ فضول گو''۔

یہ صفت سن کر وہ بولا: کہ یہ تو ضرور صاحب قریش ہیں، اور میں ان سے ضرور جا ملوں گا''۔(۱)

مدینہ منورہ میں استقبال، پھر غزوات میں جو آزمائشیں پیش آئیں، خاص طور پر بدر کے موقع پر اور احد و حنین کے موقع پر جو آزمائشیں پیش آئیں جن کو قرآن کریم نے بڑی اہمیت کے ساتھ بیان کیا ہے، اس خوف کی حالت کو قرآن کریم میں اس طرح بیان کیا گیا ہے ﴿إذ جاء وكم من فوقكم ومن أسفل منكم، وإذ زاغت الأبصار، وبلغت القلوب

(۱) سیرت رسول اکرم، ص: ۱۰۱-۱۰۲۔

الحناجر وتظنون بالله الظنونا، هنالك ابتلي المؤمنون وزلزلوا زلزالاً شديداً ﴾[سورۃ الأحزاب:۱۱] (اور جب آنکھیں پھر گئیں اور دل مارے دہشت کے گلوں تک پہنچ گئے اور تم خدا کی نسبت طرح طرح کے گمان کرنے لگے، وہاں مؤمن آزمائے گئے اور سخت طور پر ہلائے گئے) ان کو سیرت نگاروں نے کس طرح بیان کیا ہے۔

علامہ شبلی نعمانی غزوہ حنین کی منظر کشی کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

''کفار نے معرکہ گاہ میں پہلے پہونچ کر مناسب مقامات پر قبضہ کر لیا تھا اور تیر اندازوں کے دستے پہاڑ کی گھاٹیوں، کھوؤں اور دروں میں جا بجا جما دئے تھے، فوج اسلام نے صبح کے وقت جب خوب اجالا بھی نہیں ہوا تھا حملہ کیا، میدان جنگ اس قدر نشیب میں تھا، کہ پاؤں جم نہیں سکتے تھے، حملہ آوروں کا بڑھنا تھا کہ سامنے سے ہزاروں فوجیں ٹوٹ پڑیں، ادھر کمین گاہوں سے قدر اندازوں کے دستے نکل آئے اور تیروں کا مینھ برسا دیا، مقدمۃ الجیش ابتری کے ساتھ بے قابو ہو کر پیچھے ہٹا اور پھر تمام فوج کے پاؤں اکھڑ گئے، صحیح بخاری میں ہے فأدبروا عنه حتى بقي وحده، یعنی سب لوگ ٹل گئے اور آنحضرت ﷺ اکیلے رہ گئے۔

تیروں کا مینھ برس رہا تھا، بارہ ہزار فوجیں ہوا ہو گئی تھیں، لیکن ایک پیکر مقدس پا بر جا تھا، جو تنہا ایک فوج، ایک ملک، ایک اقلیم، ایک عالم، بلکہ مجموعۂ کائنات تھا صلی اللہ علیہ وسلم۔

آنحضرت ﷺ نے داہنی جانب دیکھا اور پکارا: یا معشر الأنصار! آواز کے ساتھ صدا آئی ہم حاضر ہیں، پھر آپ نے بائیں جانب مڑ کر پکارا، اب بھی وہی آواز آئی، آپ ﷺ سواری سے اتر پڑے اور جلال نبوت کے لہجہ میں فرمایا: میں خدا کا بندہ اور اس کا پیغمبر ہوں، بخاری کی دوسری روایت میں ہے أنا النبي لا كذب ، أنا ابن عبد المطلب، میں پیغمبر ہوں یہ جھوٹ نہیں، میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نہایت بلند آواز تھے، آپ نے ان کو حکم دیا کہ مہاجرین اور انصار کو آواز دو، انہوں نے نعرہ مارا:

یا معشر الأنصار! اے گروہ انصار! یا أصحاب الشجرۃ! اے اصحاب شجرہ (بیعت رضوان والے)۔

اس پر اثر آواز کا کانوں میں پڑنا تھا کہ تمام فوج دفعتاً پلٹ پڑی، جن لوگوں کے گھوڑے

کشمکش اور گھمسان کی وجہ سے مڑ نہ سکے انہوں نے زرہیں پھینک دیں اور گھوڑوں سے کود پڑے، دفعتاً لڑائی کا رنگ بدل گیا، کفار بھاگ نکلے، اور جو رہ گئے ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں تھیں، بنو مالک (ثقیف کی ایک شاخ تھی) جم کر لڑے، لیکن ان کے ستر آدمی مارے گئے اور جب ان کا علم بردار عثمان بن عبداللہ مارا گیا تو وہ بھی ثابت قدم نہ رہ سکے، شکست خوردہ فوج ٹوٹ پھوٹ کر کچھ اوطاس میں جمع ہوئی اور کچھ طائف میں جا کر پناہ گزیں ہوئی جس کے ساتھ سپاہ سالار لشکر (مالک بن عوف) بھی تھا۔(۱)

طائف کا واقعہ، حدیبیہ کا واقعہ، فتح مکہ اور مکہ مکرمہ میں داخلہ کے وقت جو کیفیت تھی جس میں منظر کشی اور نفسیاتی تجزیہ کی عظیم صلاحیت کی ضرورت ہے۔ سیرت کی مختلف کتابوں میں مختلف انداز سے سیرت نگار کی ادبی صلاحیت کے اعتبار سے پیش کی گئی ہے۔

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی فتح مکہ کی منظر کشی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''رسول اللہ ﷺ نے معافی اور امن وحفاظت کا دائرہ اس روز وسیع فرمادیا کہ اہل مکہ میں سے صرف وہی شخص ہلاک ہوسکتا تھا جو خود ہی معافی اور سلامتی کا خواہشمند نہ ہو اور اپنی زندگی سے بیزار ہو، آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا اس کو پناہ ملے گی، جو اپنے گھر کا دروازہ بند کرلے گا وہ محفوظ ہے، جو مسجد حرام میں داخل ہوگا اس کو امن ہے، رسول اللہ ﷺ نے اہل لشکر کو ہدایت فرمائی کہ مکہ میں داخل ہوتے وقت صرف اس شخص پر ہاتھ اٹھائیں جو ان کی راہ میں حائل ہو اور ان کی مزاحمت کرے، آپ ﷺ نے اس کا بھی حکم فرمایا کہ اہل مکہ کی جائداد کے بارے میں مکمل احتیاط برتی جائے اس میں مطلق دست درازی نہ کی جائے۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عباسؓ کو ہدایت کی کہ ابوسفیان کو ایسی جگہ لے جائیں جہاں سے اسلامی دستوں کی پیش قدمی کا نظارہ ہو سکے، یہ فاتحانہ دستے سمندر کی موجوں کی طرح متلاطم نظر آتے تھے، مختلف قبائل اپنے اپنے جھنڈوں کے ساتھ گزر رہے تھے، جب کوئی قبیلہ گزرتا تو ابوسفیان عباسؓ سے اس کا نام دریافت کرتے اور کہتے کہ مجھے اس قبیلہ سے کیا سروکار۔

یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ بنفس نفیس ایک مسلح دستے میں تشریف لائے جو سبز معلوم

---

(۱) سیرۃ النبی، جلد:۱/۳۰۳۔

ہورہا تھا، یہ مہاجرین اور انصار کا آہن پوش دستہ تھا کہ ان کی صرف آنکھیں نظر آتی تھیں، ابوسفیان نے یہ منظر دیکھ کر کہا کہ خدا کی شان! عباس یہ کون لوگ ہیں، انھوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو مہاجرین اور انصار کے جلو میں تشریف لے جارہے ہیں، انھوں نے کہا ان میں سے کسی کو اس سے پہلے یہ طاقت اور شان وشوکت حاصل نہیں تھی، خدا کی قسم اے ابوالفضل! تمہارے بھتیجے کا اقتدار آج کی صبح کتنا عظیم ہے، انھوں نے کہا: ابوسفیان یہ نبوت کا معجزہ ہے۔

اس کے بعد ابوسفیان نے بلند آواز سے یہ اعلان کیا کہ اے قریش کے لوگو! یہ محمد (ﷺ) اتنی طاقت کے ساتھ تمہارے پاس آئے ہیں جس کا تم کو کبھی تجربہ نہ ہوا ہوگا، اب جو ابوسفیان کے گھر میں آجائے گا اس کو امان دی جائے گی، لوگ یہ سن کر کہنے لگے، اللہ تم سے سمجھے تمہارے گھر کی حقیقت ہی کیا ہے کہ ہم سب کو اس گھر میں پناہ مل سکے؟ پھر انھوں نے کہا جو اپنے گھر کا دروازہ بند کرلے گا اس کو امان ملے گی، جو مسجد (مسجد حرام) میں چلا جائے گا اس کو بھی امان ملے گی، چنانچہ لوگ منتشر ہوگئے اور اپنے اپنے گھروں اور مسجد حرام میں پناہ گیر ہوگئے۔

رسول اللہ ﷺ مکہ میں اس شان سے داخل ہوئے کہ سر مبارک عبدیت وتواضع کے غلبہ سے بالکل جھک گیا تھا، قریب تھا کہ آپ ﷺ کی تھوڑی اونٹ کے کجاوے سے لگ جائے، آپ ﷺ داخل ہوتے وقت سورۂ فتح پڑھ رہے تھے۔

مکہ کے اس فاتحانہ داخلہ میں جو جزیرۃ العرب کا قلب وجگر اور روحانی وسیاسی مرکز تھا، عدل ومساوات، تواضع اور اظہار عبدیت کا کوئی انداز ایسا نہ تھا جس کو آپ ﷺ نے اختیار نہ فرمایا ہو، اسامہ کو جو آپ ﷺ کے مولیٰ (آزاد کردہ غلام) حضرت زیدؓ کے صاحبزادے تھے، آپ ﷺ نے اپنی سواری کے پیچھے جگہ دی، بنی ہاشم اور اشراف قریش میں سے جن کی بڑی تعداد وہاں موجود تھی یہ شرف کسی کو حاصل نہیں ہوا۔

فتح مکہ کے روز ایک شخص نے آپ ﷺ سے گفتگو کی تو اس پر کپکپی طاری ہوگئی، آپ ﷺ نے فرمایا ڈرو نہیں، اطمینان رکھو، میں کوئی بادشاہ نہیں ہوں، میں تو قریش کی ایک ایسی عورت کا لڑکا ہوں جو گوشت کے سوکھے ٹکڑے کھایا کرتی تھی۔

جب حضرت سعد بن عبادہؓ جو انصار کے دستہ کے امیر تھے، ابوسفیان کے پاس سے گزرے، انھوں نے کہا "اليوم يوم الملحمة، اليوم تستحل الكعبة، اليوم أذل الله قريشاً" (آج گھمسان کا دن ہے اور خونریزی کا دن ہے، آج کعبہ میں سب جائز ہوگا، اللہ تعالیٰ نے قریش کو ذلیل کیا ہے) جب رسول اللہ ﷺ اپنے دستے میں ابوسفیان کے پاس سے گزرے تو انھوں نے آپ ﷺ سے اس کی شکایت کی اور کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ نے سنا سعد نے ابھی کیا کہا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیا کہا ہے؟ انھوں نے وہ سب دہرادیا، سعد کے جملے کو آپ ﷺ نے ناپسند فرمایا اور فرمایا: "اليوم يوم المرحمة، اليوم يعز الله قريشاً، ويعظم الله الكعبة" (نہیں! آج رحم و معافی کا دن ہے، آج اللہ تعالیٰ قریش کو عزت عطا فرمائے گا اور کعبہ کی عظمت بڑھائے گا)۔

آپ ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلوا بھیجا اور اسلامی پرچم ان سے لیکر ان کے صاحبزادے قیسؓ کے حوالہ کیا، آپ ﷺ نے یہ خیال فرمایا کہ ان کے صاحبزادے کو پرچم دینے کے معنی یہ ہوں گے گویا پرچم ان سے واپس نہیں لیا گیا ہے۔

اس طرح ایک حرف کی تبدیلی (الملحمۃ کے بجائے المرحمۃ فرمادینے) اور ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ سے تبدیل کردینے سے (جن میں سے ایک باپ کا ہاتھ تھا دوسرا بیٹے کا) آپ ﷺ نے سعد بن عبادہؓ (جن کے ایمانی اور مجاہدانہ کارنامے اظہر من الشمس تھے) کی ادنیٰ دل شکنی کئے بغیر ابوسفیان کی (جن کی تالیف قلب کی ضرورت تھی) دل جوئی کا سامان ایسے حکیمانہ بلکہ معجزانہ طریقہ پر انجام دے دیا جس سے بہتر طریقے پر تصور میں آنا مشکل ہے، باپ کے بجائے ان کے بیٹے کو یہ منصب عطا کردیا جس سے ابوسفیان کے زخم خوردہ دل کی تسکین منظور تھی، دوسری طرف آپ ﷺ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو آزردہ خاطر نہیں دیکھنا چاہتے تھے، جنھوں نے اسلام کے لیے بڑی خدمات انجام دی تھیں"۔(۱)

اسی طرح حضور ﷺ کی وفات اور صحابہ کرامؓ پر اس کا اثر، اسکو بھی سیرت نگاروں نے مختلف انداز میں بیان کیا ہے، مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی اس کو

---

(۱) سیرت رسول اکرم: ۲۴۸-۲۵۲۔

اس طرح بیان کرتے ہیں:۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر صحابۂ کرامؓ پر بجلی بن کر گری، اس کی وجہ ان کا وہ عاشقانہ تعلق تھا، جس کی نظیر نہیں، وہ آپ کے سایۂ شفقت میں اس طرح رہنے کے عادی ہوگئے تھے، جس طرح بچے ماں باپ کے آغوش محبت میں رہتے ہیں، بلکہ اس سے بھی زیادہ، اس لحاظ سے ان پر جتنا بھی اثر پڑتا کم تھا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفٌ رَحِيمٌ﴾. (سورة التوبة: ۱۲۸)

(لوگو) تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک پیغمبر آئے ہیں تمہاری تکلیف ان کو گراں معلوم ہوتی ہے، اور تمہاری بھلائی کے بہت خواہشمند ہیں (اور) مومنوں پر نہایت شفقت کرنے والے (اور) مہربان ہیں۔

ان میں سے ہر شخص سمجھتا تھا کہ وہ آپؐ کی نگاہ لطف وکرم میں سب سے زیادہ محبوب اور موردالطاف وکرم ہے، بعض صحابہ کو اس پر یقین ہی نہیں آتا تھا کہ یہ واقعہ پیش آیا، ان میں پیش پیش حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے، انھوں نے ایسے شخص پر جو یہ کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی بہت نکیر کی، وہ مسجد نبوی میں آئے اور لوگوں کے سامنے خطبہ دیا اور کہا کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اس وقت تک نہ ہوگی جب تک اللہ تعالیٰ منافقوں کو ختم نہ کردے گا۔

ان حالات میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ (جن کو اللہ تعالیٰ نے نبوت کی نیابت وخلافت اور عزیمت وحکمت کے موقف کے لئے تیار کیا تھا) جیسے عالی حوصلہ اور عزم وہمت کے پہاڑ کی ضرورت تھی، جو اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ کرے، ابوبکر صدیقؓ کو جو مقام سنح (مضافات مدینہ میں تھے) اطلاع ہوئی تو اسی وقت تشریف لائے، (بخاری، ص ۶۴۰) اور مسجد نبوی کے دروازے پر ایک لمحہ کے لئے رُکے، اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں سے خطاب کررہے تھے، پھر وہ کسی طرف ملتفت ہوئے بغیر سیدھے حضرت عائشہؓ کے گھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہونچے، آپ پر ایک چادر پڑی ہوئی تھی،

انھوں نے ذرا سی چادر سرکائی اور جھک کر روئے مبارک کا بوسہ لیا اور کہا، میرے ماں باپ آپؐ پر قربان! موت کا مزہ جو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے لئے مقدر کر دیا تھا، آپؐ نے چکھ لیا، اب آپ کو کبھی بھی موت کی تکلیف نہ ہوگی، اس کے بعد انھوں نے چادر سے آپ کے روئے مبارک کو اسی طرح چھپا دیا، اس کے بعد مسجد نبوی آئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سلسلۂ کلام اس وقت تک جاری تھا، انہوں نے کہا: عمر! ذرا ٹھہرو، لیکن جوش کلام میں انہوں نے ان کی بات نہیں سنی، جب حضرت ابوبکرؓ نے دیکھا کہ وہ خاموش نہیں ہو رہے ہیں تو مجمع کی طرف متوجہ ہو کر انہوں نے اپنی بات شروع کی، لوگوں نے ان کو خطاب کرتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے حضرت عمرؓ کی طرف سے رخ پھیر کر ان کی بات سننی شروع کر دی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد کہا:۔

''لوگو! اگر کوئی محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا تو اس کو معلوم ہو جائے کہ بلاشبہ ان کی وفات ہوگئی، اور اگر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا تو اطمئنان رکھے کہ اللہ تعالیٰ زندہ ہے، اس کے لئے موت نہیں، پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت کی:

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ، قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ، أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ، وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئاً، وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ﴾

[سورہ آل عمران: ۱۴۴]

اور محمد ﷺ تو صرف خدا کے پیغمبر ہیں، ان سے پہلے بہت سے پیغمبر گزرے ہیں، بھلا اگر ان کی وفات ہو جائے یا شہید کر دئے جائیں، تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ (یعنی مرتد ہو جاؤ) اور جو الٹے پاؤں پھر جائے گا تو خدا کا کچھ نقصان نہیں کر سکے گا اور خدا شکر گزاروں کو بڑا ثواب دے گا۔

جو لوگ اس موقع پر حاضر تھے اور یہ منظر دیکھ رہے تھے، ان کا بیان ہے کہ ''خدا کی قسم جب حضرت ابوبکرؓ نے یہ آیت تلاوت کی تو ایسا محسوس ہوا کہ یہ آیت ابھی نازل ہوئی ہے، اور حضرت ابوبکرؓ نے ان کے منھ کی بات کہدی'' حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ ''میں نے جب ابوبکرؓ کو آیت تلاوت کرتے سنا تو حیرت زدہ ہو کر بے ساختہ زمین پر گر گیا، میرے پیروں کی طاقت ختم ہو چکی تھی، اس وقت گویا مجھے یہ علم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا ہے''۔(۱)

(۱) نبی رحمت، مولانا سید ابوالحسنی علی حسنی ندوی ص: ۵۵۵۔

ادب میں مخاطب کی فہم کی صلاحیت اور اس کی نفسیات کی رعایت کو بہت اہمیت دی جاتی ہے، کلام جو متکلم، مخاطب اور ماحول کے مطابق ہو وہ بلیغ کلام سمجھا جاتا ہے، حضور ﷺ کی سیرت میں بکثرت ایسی مثالیں ملتی ہیں، جن میں آپ نے اپنے شدید دشمن، قتل کی آرزو رکھنے والے سے مختصر گفتگو میں اس کے ذہن کو بدل دیا، وہ یا تو اسلام قبول کرنے پر مجبور ہو گیا یا دشمنی ترک کر دی، ابوالید عتبہ بن ربیعہ کا واقعہ اور انصار سے آپ ﷺ کا معجزانہ اور مؤثر خطاب اس کی بہترین مثال ہے۔ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی عتبہ کے واقعہ کو اس طرح بیان کرتے ہیں:۔

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم بدستور دعوت اسلام میں مصروف رہے اور قریش کی طرف سے ایذا رسانیاں اور رکاوٹیں صبر و برداشت کے ساتھ جھیلتے رہے، قریش حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قبیلۂ قریش کی شاخ عبد مناف جو آپ کی خاندانی شاخ تھی، کے دباؤ اور اس کے سردار ابوطالب کی حمایت کی وجہ سے قتل کر دینے کا ارادہ تو نہ کر سکے تھے، لیکن طرح طرح کی اذیتیں دیتے تھے، راہ میں کانٹے بچھاتے تھے، دوران نماز جسم مبارک پر نجاست ڈال دیتے تھے، بدزبانیاں کرتے تھے، قریش متحیر تھے کہ آپ ﷺ یہ سب سختیاں کیوں جھیلتے ہیں؟ انسانی دماغ ایسی سخت نفس کشی اور جانبازی کا مقصد جاہ و دولت اور نام و نمود کی خواہش کے سوا اور کیا خیال کر سکتا ہے، لہٰذا قریش نے بھی یہی خیال کیا، اس بنا پر قریش کے ایک بڑے شخص ابوالولید عتبہ بن ربیعہ کو قریشی سرداروں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا اور وہ آیا اور کہا کہ تم سے ضروری بات کرنا ہے، تم نے کچھ دنوں سے یہ جو جھگڑے کا کام شروع کر دیا ہے جس سے خاندان میں کشمکش اور مصیبت کھڑی ہو گئی ہے:

یہ تم کیوں کر رہے ہو، تمہارا اس کے پیچھے کیا مقصد ہے؟

تم کیا چاہتے ہو؟ اگر کوئی ایسا مقصد ہے جس کو پورا کرنے میں ہم لوگ کچھ کر سکیں تو ہم کر دیں اور تم اپنی یہ دعوت چھوڑ دو، مکہ کی ریاست چاہتے ہو تو وہ بتاؤ، کسی بڑے گھرانے میں شادی چاہتے ہو تو وہ بتاؤ، دولت کا ذخیرہ چاہتے ہو تو وہ بتاؤ، ہم کچھ کر سکتے ہیں تو کریں گے، ہم اس پر راضی ہیں کہ کل مکہ کا تم کو بادشاہ مان لیں، اگر آسیب اور جن وغیرہ کے اثر سے یہ بات ہے تو ہم اس کو دور کرانے کا کوئی ذریعہ فراہم کریں گے اور اس پر پوری فیاضی سے اپنا

مال خرچ کریں گے، یہاں تک تم کو اس سے شفائے کامل حاصل ہو جائے لیکن ان باتوں سے باز آؤ، عتبہ کو اس درخواست کی کامیابی کا پورا یقین تھا۔

جب عتبہ سب کچھ کہہ چکا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا جو کچھ کہنا تھا آپ کہہ چکے؟ اس نے کہا: ہاں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اب میری بات سنئے!

اس کے بعد آپ ﷺ نے سورۂ فصلت کی کچھ آیتیں سجدہ تک ان کے سامنے تلاوت کیں:

﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، حٰمٓ، تَنْزِيْلٌ مِنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، كِتَابٌ فُصِّلَتْ آيَاتُه قُرْآنًا عَرَبِيًّا لِقَوْمٍ يَعْلَمُوْنَ، بَشِيْرًا وَ نَذِيْرًا، فَأَعْرَضَ أَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ، وَ قَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْ أَكِنَّةٍ مِمَّا تَدْعُوْنَا إِلَيْهِ وَفِيْ آذَانِنَا وَقْرٌ وَمِنْ بَيْنِنَا و بَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ إِنَّنَا عَامِلُوْنَ﴾۔

[حٰم السجدة:۵]

(شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے، حٰم، یہ کلام اتارا ہوا ہے بڑے مہربان بہت رحم والے کی طرف سے، ایسی کتاب ہے جس کی آیتیں واضح رکھی گئیں ہیں، یہ قرآن ہے عربی زبان میں ان لوگوں کے لئے جو (حقیقتوں کا) علم رکھتے ہیں، خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا ہے پھر بھی ان میں سے اکثر لوگوں نے اس سے اپنا منہ پھیر لیا، اور وہ سنتے ہی نہیں، اور (مزید یہ کہ) انہوں نے کہا کہ تو جس کی طرف ہمیں بلا رہا ہے ہمارے دل تو اس سے پردے میں ہیں، اور ہمارے کانوں (تک پہونچنے) میں (کانوں کی) گرانی (حائل) ہے اور ہم میں اور تم میں ایک حجاب (حائل) ہے (پھر اللہ تعالی نے اپنے نبی سے فرمایا کہ) اچھا تو اب اپنا کام کئے جاؤ ہم بھی یقیناً اپنا کام کرنے والے ہیں)۔

عتبہ کے کان میں جب یہ کلام پڑا تو اس نے خاموشی کے ساتھ اس کو سننا شروع

کیا، اس نے دونوں ہاتھ پشت کی طرف ٹیک لئے تھے، اور کان کلام ربانی کے سننے میں محو تھے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آیت سجدہ تک پہونچے تو آپ نے سجدہ فرمایا، اور ارشاد ہوا: ابوالولید! تمھیں جو کچھ سننا تھا سن لیا، اب جیسا تم سمجھو۔

کلام پاک سننے سے عتبہ پر محویت کا ایک عالم طاری ہوگیا وہ ہاتھوں پر سہارا دیئے گردن پشت پر ڈالے ہوئے سنتا رہا، اور بالآخر چپ چاپ اٹھ کر چلا گیا، عتبہ واپس گیا تو وہ عتبہ نہ تھا، سرداران قریش نے پوچھا کیا دیکھا؟ کیا کہا؟ کیا سنا؟ عتبہ بولا: اے قریش کے لوگو! میں ایسا کلام سن کر آیا ہوں جو نہ کہانت ہے، نہ شعر ہے، نہ جادو ہے، نہ منتر ہے، تم میرا کہا مانو، میری رائے پر چلو، محمد کو اپنے حال پر چھوڑ دو، اگر وہ کامیاب ہوکر عرب پر غالب آجائیں گے تو یہ تمہاری ہی عزت ہے، ورنہ عرب ان کو خود فنا کر دیں گے، لوگوں نے یہ رائے سن کر کہا: لو عتبہ پر بھی محمد کی زبان کا جادو چل گیا اور عتبہ کی رائے منظور نہ کی''۔(۱)

غزوۂ حنین میں حاصل ہونے والے مال غنیمت کی تقسیم کے سلسلہ میں حضرات انصار کو کچھ شکایت محسوس ہوئی، جب حضور ﷺ کو پتہ چلا تو حضرات انصار کو جمع کر کے ایک مؤثر خطاب فرمایا:۔

''اے حضرات انصار! یہ کیا باتیں ہیں؟ جو آپ لوگوں کی نسبت سے مجھ تک پہونچی ہیں، اور وہ کیا احساس ہے جو آپ لوگوں نے اپنے دلوں میں محسوس کیا ہے، کیا ایسا نہیں ہے کہ میں آپ لوگوں کے پاس آیا، اور حالت یہ تھی کہ آپ سب لوگ راستہ سے بھٹکے ہوئے تھے، اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ آپ کو راستہ دکھلایا اور آپ لوگ مالی تقویت کے معاملہ میں دوسروں کے دست نگر تھے اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ آپ لوگوں کی یہ محتاجی ختم کی اور آپ ایک دوسرے کے دشمن بنے ہوئے تھے، اللہ نے آپ کے دلوں میں آپس کی الفت پیدا کی، یہ سُن کر حضرات انصار نے کہا کہ واقعی اللہ اور اس کے رسول کا بڑا احسان ہے اور وہ برتر ہیں، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے انصار بھائیو! کیا تم مجھ سے اس کے جواب میں کچھ نہیں کہتے، انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول ہم آپ ﷺ کو کیا جواب دے سکتے ہیں، احسان وکرم سب اللہ اور رسول ہی کا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: بخدا تم اگر چاہو تو تم

(۱) رہبر انسانیت، ص: ۱۶۷۔

یہ کہہ سکتے ہو اور تم یہ کہو گے تو سچ کہو گے اور میں تمہاری تصدیق بھی کروں گا کہ آپ ہمارے پاس اس حالت میں آئے تھے کہ آپ کو جھٹلایا جا چکا تھا، اس وقت ہم نے آپ کی تصدیق کی، لوگوں نے آپ کو چھوڑ دیا تھا اس وقت ہم نے آپ کی مدد کی، اور آپ اپنی جگہ سے نکالے ہوئے تھے ہم نے آپ کو جگہ دی، اور آپ دوسروں کے سہارے کے محتاج تھے، ہم نے آپ کے ساتھ ہمدردی کی، پھر آپ نے فرمایا: اے انصار بھائیو! کیا تمہارے دلوں میں میرے متعلق شکایت پیدا ہوئی اور یہ شکایت دنیا کی کچھ تھوڑی سی مزیدار چیز کے سلسلہ میں ہوئی کہ جس کو دے کر میں نے کچھ لوگوں کو مانوس کرنے کی کوشش کی ہے، کہ وہ اسلام لے آئیں، اور میں نے تم کو تمہارے اسلام کے سہارے کے سپرد کر دیا، اے انصار بھائیو! کیا تم اس پر راضی اور خوش نہیں کہ دیگر لوگ یہاں سے بکریاں اور اونٹ لے لے کر لوٹیں اور تم اللہ کے رسول کو لے کر اپنے گھروں کی طرف لوٹو۔

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے تم جو لے کر لوٹو گے یقیناً اس سے بہتر ہے جس کو لے کر یہ لوگ لوٹیں گے، میں تو اگر ہجرت کرنے کا عمل ضروری نہ ہوتا تو انصار ہی کے اندر کا شخص ہوتا اور میرا طرز عمل تو یہ ہے کہ لوگ کسی ایک گھاٹی یا وادی میں چلیں اور انصار کسی دوسری گھاٹی اور وادی میں چلیں تو میں انصار ہی والی گھاٹی اور وادی میں چلوں گا، انصار تو شعار ہیں (یعنی اس لباس کی طرح ہیں جو ہر وقت جسم سے لگا رہتا ہے)، اور دیگر لوگ اوپری کپڑوں کی طرح ہیں (یعنی ایسے کپڑے جن کی ضرورت ہر وقت نہیں پڑتی)۔

پھر آپ نے اس دعاء پر خطاب پورا کیا کہ اے اللہ انصار پر رحم فرما اور انصار کی اولاد پر رحم فرما، اور انصار کی اولاد کی اولاد پر رحم فرما، راوی کہتے ہیں کہ یہ سننا تھا کہ لوگ رونے لگے، اور اتنا روئے کہ داڑھیاں ان کے آنسوؤں سے تر ہو گئیں، اور انہوں نے کہا کہ ہم بالکل راضی اور خوش ہیں کہ ہمارے حصہ میں اللہ کے رسول آئیں، اس طرح ہم زیادہ فائدے میں ہوں گے'' (۱)۔

---

(۱) رہبر انسانیت، ص: ۳۰۸۔

اسی طرح اصلاح اور تعلیم وتربیت کے طریقہ میں ایسا اسلوب اختیار فرمایا جس سے شکوک وشبہات کے ازالہ کے ساتھ وساوس کا بھی دروازہ بند ہوگیا، اس پہلو پر بعض سیرت نگاروں نے خصوصی توجہ دی ہے، عربی میں "الرسول المربی"، "الرسول المعلم" اور "الرسول الإنسان" اہم کتابیں ہیں، جنہوں نے حضور ﷺ کے اسلوب خطاب واصلاح کے منہج کو مدنظر رکھا ہے۔

سیرت پر لکھنے والے ادیب بھی ہیں اور مؤرخ بھی، دونوں کے اسلوب بیان میں فرق پایا جانا طبعی بات ہے، دوسرے سیرت نگار کا ذات رسول سے تعلق اور وابستگی جس نوعیت کی ہے اس کا اثر اس کی تحریر پر پڑتا ہے۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکارم اخلاق، رحم دلی وکرم گستری، شفقت ومحبت، دلداری ودلنوازی میں ساری انسانیت کے امام ومقتدیٰ تھے، اور گواہی خود اس کی قرآن کریم نے دی ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ﴾ (بیشک آپ بہت عظیم اخلاق کے حامل ہیں) (القلم:۴)، عفو ودرگزر، تحمل، کشادہ قلبی اور قوت برداشت میں آپ کا جو مقام تھا، نہ عقل اس کا تصور کرسکتی ہے اور نہ خیال کی وہاں تک رسائی ہوسکتی ہے، آپ کی نوازش وکرم اور بڑے سے بڑے دشمن کے ساتھ دلداری اور احسان اور عفو ودرگزر کی سیکڑوں مثالیں سیرت نبوی کی کتابوں میں موجود ہیں۔

قومی ومذہبی عصبیت سے بالاتر ہوکر صاف اور کھلے ذہن سے اگر سیرت نبوی کا مطالعہ کیا جائے تو یہ اعتراف کئے بغیر رہا نہیں جاسکتا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نمایاں وممتاز صفت رحمت للعالمینی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی عفو ودرگزر، رحم وکرم، رحمت ومودت اور شفقت ودلداری کی آئینہ دار ہے، آپ کی تعلیم وتربیت اور صحابہ کرام کے ساتھ آپ کے سلوک کا بنیادی جوہر رحمت وکرم گستری ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف مسلمانوں ہی کے لئے رحمت نہیں بلکہ آپ سارے جہاں کے لئے رحمت تھے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ (اے محمدؐ ہم نے تم کو تمام جہاں کے لئے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے) (الانبیاء:۱۰۷) آپ کی یہ صفت آپ کے تمام اقدامات اور کارروائیوں میں نمایاں اور غالب نظر آتی ہے، آپ کی زندگی میں کتنے ہی نازک مرحلے آئے، کیسی ہی سختیوں، کٹھنائیوں اور آزمائشوں سے آپ کو گذرنا پڑا لیکن کسی بھی حال میں شفقت ومودت، رحمت وکرم گستری کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوٹا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی دعوت شروع کی تو اپنے ہی قبیلہ کے لوگوں نے سخت سے سخت تکلیفیں

اوراذیتیں پہنچائیں، آپ کا بائیکاٹ کیا گیا، راہ حق میں روڑے اٹکائے گئے، لیکن ہر حال میں آپ کا جذبۂ رحمت غالب رہا، آپ کی یہ صفات آپ ہی کی ذات تک محدود نہ تھیں، بلکہ آپ کی تعلیم وتربیت کے اثر سے صحابہ کرام میں بھی جلوہ گر تھیں، قرآن کریم کہتا ہے:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّداً يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَاناً سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيْلِ﴾(سوره الفتح:۲۹)

محمد اللہ کے پیغمبر ہیں، اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ تیز ہیں کافروں کے مقابلہ میں، اور مہربان ہیں آپس میں، تو انہیں دیکھے گا (اے مخاطب) کہ کبھی رکوع کررہے ہیں، کبھی سجدہ کررہے ہیں، اللہ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں لگے ہوئے ہیں، ان کے آثار سجدہ کی تاثیر سے ان کے چہروں پر نمایاں ہیں یہ ان کے اوصاف توریت اور انجیل میں ہیں

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْناً وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلَاماً وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّداً وَّقِيَاماً، وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَاماً ٥ إِنَّهَا سَاءَتْ مُسْتَقَراً وَّمُقَاماً ٥ وَالَّذِيْنَ إِذَا أَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَاماً ٥ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهاً آخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ، وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ أَثَاماً ٥﴾(سورة الفرقان :۶۳-۶۸)

اور خدا کے بندے تو وہ ہیں جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے (جاہلانہ) گفتگو کرتے ہیں تو سلام کہتے ہیں اور جو اپنے پروردگار کے آگے سجدہ کرکے اور (عجز وادب سے) کھڑے رہ کر راتیں بسر کرتے ہیں اور وہ جو دعا مانگتے ہیں کہ اے پروردگار دوزخ کے عذاب کو ہم سے دور رکھیو کہ اس کا عذاب بڑی تکلیف کی چیز ہے اور دوزخ ٹھہرنے اور رہنے کی بہت بُری جگہ ہے اور وہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ بیجا اُڑاتے ہیں اور نہ وہ تنگی کو کام میں لاتے ہیں بلکہ اعتدال کے ساتھ، ضرورت سے زیادہ نہ کم، اور وہ جو خدا کے ساتھ کسی اور معبود کو نہیں پکارتے اور جس جاندار کا مار ڈالنا خدا نے حرام کیا ہے اس کو قتل نہیں کرتے مگر جائز طریقہ پر (یعنی حکم شریعت کے مطابق) اور بدکاری نہیں کرتے اور جو یہ کام کرے گا سخت گناہ میں مبتلا ہوگا۔

ایک دوسرے موقع پر قرآن کہتا ہے:

﴿قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ، الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلٰوتِهِمْ خٰشِعُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ، وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنَ، وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُمَلُوْمِيْنَ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَاءَ ذٰلِكَ فَاُولٰئِكَ هُمُ الْعَادُوْنَ، وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ، وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلٰوتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ، اُولٰئِكَ هم الْوَارِثُوْنَ، الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ﴾(المومنون: ۱-۱۱)

یقیناً وہ مومنین فلاح پاگئے جو اپنی نماز میں خشوع رکھنے والے ہیں، اور جو لغوبات سے اعراض کرنے والے ہیں، اور جو اپنا تزکیہ کرنے والے ہیں، اور جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں سوائے اپنی بیویوں اور باندیوں کے کہ ان کے سلسلہ میں ان پر کوئی ملامت نہیں، ہاں جو کوئی اس کے علاوہ کا طلب گار ہوگا سو ایسے ہی لوگ تو حد سے نکل جانے والے ہیں، اور جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا لحاظ رکھنے والے ہیں، اور جو اپنی نمازوں کی پابندی رکھنے والے ہیں، بس یہی لوگ وارث ہونے والے ہیں، جو فردوس کے وارث ہوں گے اور اس میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔

مندرجہ بالا آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ رحمت و مودت، شفقت وملاطفت، دلداری ودلنوازی اور عفوودرگزر اسلام کی بنیادی اور نمایاں صفات ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف انسانوں ہی کے ساتھ شفقت ورحمت کی تعلیم نہیں دی، بلکہ حیوانات اور حشرات الارض کے ساتھ بھی رحمت وشفقت اور نرمی وہمدردی کی تعلیم دی، احادیث اور سیرت نبوی کی کتابوں میں اس کی بکثرت مثالیں ملتی ہیں۔

طائف کا واقعہ

جب آپ ﷺ طائف تشریف لائے، تو سب سے پہلے وہاں کے تین سربراہوں عبدیالیل، مسعود، حبیب سے حق کی ہمدردی اور حمایت طلب کی، لیکن خدا کو یہاں بھی اپنے رسول کے عزم واستقامت اور صبر وبرداشت کو ہی مقدم رکھنا تھا، لہٰذا ان سے ہمدردی نہیں

ملی، اور انہوں نے مسافروں کے ساتھ کیا جانے والا عربی اخلاق بھی آپ کے ساتھ نہیں برتا، اور قریش کے مخالفانہ رویہ کو بنیاد بناتے ہوئے آپ ﷺ کے ساتھ ہمدردی کرنے پر آمادہ نہیں ہوئے، بلکہ عام انسانی اخلاق کے برعکس شہر کے اوباش لوگوں کو پتھر مارنے پر لگا دیا، جس سے آپ کے قدم لہولہان ہو گئے، پردیس میں اللہ تعالی کو اپنے حبیب ﷺ کو بیبسی کی حالت میں دیکھ کر خصوصی رحم آیا، اور خصوصی مدد کی پیشکش ہوئی، اور حضرت جبرئیل علیہ السلام پیغام لائے، کہ زلزلہ کے ذریعہ ان ظالموں کو سخت سزا دی جا سکتی ہے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ و سلم نے عبدیت کے اعلی معیار کو ترجیح دیتے ہوئے سزا دینے کی فرمائش نہیں کی، اور اپنی دعاء میں صرف اپنی بیبسی کے اظہار کے ساتھ راہ حق میں صبر و برداشت اور رضاء الٰہی پر اکتفا کرنے کو اختیار کیا، جس کا اظہار اس موقع پر کی گئی آپ کی دعاء سے بخوبی ہوتا ہے:۔

" اللّٰهم إليك أشكو ضعف قوتي و قلة حيلتي، و هواني على الناس، ياأرحم الراحمين أنت رب المستضعفين، و أنت ربي، إلى من تكلني، إلى بعيد يتجهمني، أم إلى عدو ملكته أمري، إن لم يكن بك غضب علي فلا أبالي، غير أن عافيتك هي أوسع لي، أعوذ بنور وجهك الذي أشرقت له الظلمات ، و صلح عليه أمر الدنيا والآخرة، من أن ينزل بي غضبك، أو يحل علي سخطك، لك العتبى، حتى ترضى، و لا حول و لا قوة إلا بالله" (الٰہی تیرے ہی سامنے اپنی کمزوری، بے سروسامانی اور لوگوں میں تحقیر کی بابت فریاد کرتا ہوں، تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے، درماندہ اور عاجزوں کا مالک تو ہی ہے، اور میرا مالک بھی تو ہی ہے، تو مجھے کس کے سپرد کرتا ہے؟ کیا بیگانہ ترش رو کے، یا اس دشمن کے جو مجھ پر مسلط ہے، اگر مجھ پر تیرا غضب نہیں تو پھر مجھے کسی چیز کی پرواہ نہیں، کیونکہ تیری عافیت میرے لئے زیادہ وسیع ہے، میں تیری ذات کے اس نور کے ذریعہ پناہ چاہتا ہوں جس سے سب تاریکیاں روشن ہو جاتی ہیں، اور جس سے دین و دنیا کے تمام کام ٹھیک ہو جاتے ہیں، کہ تیرا غضب مجھ پر اترے، یا تیری ناراضگی مجھ کو گھیرے، مجھے تیری ہی رضامندی درکار ہے، اور نیکی کرنے یا بدی سے بچنے کی طاقت مجھے تیری ہی طرف سے ملتی ہے)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف سے واپس ہوتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ میں ان لوگوں کی تباہی کے لئے کیوں دعاء کروں، اگر یہ لوگ خدا پر ایمان نہیں لائے، تو کیا ہوا، امید ہے کہ ان کی آئندہ نسلیں ضرور ایک خدا پر ایمان لانے والی ہونگی۔

رسول اللہ ﷺ نے بدر کے قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی تاکید کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "استوصوا بهم خيراً" ان سے اچھا معاملہ کرنا، ابوعزیز راوی ہیں کہ جب وہ مجھے بدر سے قیدی بنا کر لائے تو مجھے انصار کے ایک قبیلہ میں جگہ ملی، وہ دونوں وقت اپنے کھانوں میں سے روٹی تو مجھے دیتے اور خود کھجور پر اکتفا کرتے، یہ رسول اللہ ﷺ کی اسی وصیت وہدایت کا اثر تھا، کسی کو کہیں سے ایک روٹی کا ٹکڑا بھی مل جاتا تو مجھے لا کر دیتا، مجھے شرم محسوس ہوتی اور میں اسے لوٹا دیتا، لیکن وہ زبردستی مجھے دیتا، اور خود اسے ہاتھ بھی نہ لگاتا۔

ظلم کرنے والوں کو پروانۂ معافی

جب آپ ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو راستہ میں آپ کے چچازاد بھائی ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب ملے، آپ ﷺ نے ان سے منھ پھیر لیا، اس لئے کہ انہوں نے آپ ﷺ کو بڑی ایذا پہونچائی تھی، اور آپ ﷺ کی ہجو کہی تھی، انہوں نے حضرت علیؓ سے اس کا شکوہ کیا، انہوں نے کہا کہ تم رسول اللہ ﷺ کے روئے مبارک کی طرف آؤ، اور وہ کہو جو برادران یوسف نے یوسف علیہ السلام سے کہا تھا: "تالله لقد آثرك الله علينا و إن كنّا لخطئين (خدا کی قسم اللہ نے تم کو ہم پر فضیلت بخشی ہے اگر چہ ہم خطا کار تھے) اس لئے کہ آپ ﷺ یہ پسند نہیں فرماتے کہ اچھی اور نرم بات کہنے میں کوئی آپ ﷺ سے بڑھ جائے، انہوں نے یہی کیا، اور سامنے آ کر یہ آیت پڑھی، اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "لا تثريب عليكم اليوم يغفر الله لكم وهو أرحم الراحمين " (آج تم پر کوئی الزام نہیں، اللہ تعالٰی تمہیں معاف فرمائے، اور وہ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحیم ہے)، اس کے بعد بہت اچھے اور راسخ مسلمانوں میں ان کا شمار ہوا، لیکن اسلام لانے کے بعد پھر کبھی انہوں نے شرم کے مارے آپ ﷺ سے آنکھیں چار نہیں کیں۔

فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ نے آگ کے الاؤ روشن کیے جانے کا حکم فرمایا، چنانچہ اس کی تعمیل کی گئی، اسی وقت ابوسفیان بن حرب جاسوسی کی غرض سے اور حالات کا اندازہ کرنے کے لئے ادھر سے گذرے اور ان کے منھ سے نکلا کہ اس شان کا لشکر اور اس طرح کی روشنی تو میں نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی، حضرت عباس بن عبدالمطلب اس سے پہلے ہجرت کر چکے تھے، اور اس لشکر میں موجود تھے، انہوں نے ابوسفیان کی آواز پہچان لی، اور کہا کہ دیکھو رسول اللہ ﷺ لوگوں میں موجود ہیں، کل قریش کا انجام کتنا ہولناک ہوگا، پھر یہ سوچ کر کہ کوئی مسلمان ان کو دیکھ لے گا تو فوراً ان کا کام تمام کر دے گا، اپنے خچر کے پیچھے ان کو بٹھالیا، اور رسول اللہ ﷺ کے پاس ان کو لائے، جب رسول اللہ ﷺ کی نظر مبارک ان پر پڑی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ابوسفیان! تمہارا بھلا ہوا، کیا ابھی تک اس کا وقت نہیں آیا کہ تم اس پر ایمان لاؤ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں؟۔

انہوں نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ ﷺ کتنے حلیم اور کتنے کریم ہیں، اور کس قدر صلہ رحمی کرنے والے ہیں، خدا کی قسم میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ اگر اللہ کے سوا کسی اور معبود کا وجود ہوتا تو آج وہ میرے کام آتا، آپ ﷺ نے فرمایا: ابوسفیان! خدا تمہیں سمجھ دے، کیا اب بھی اس کا وقت نہیں آیا کہ تم اس بات کا اقرار کرو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟

ابوسفیان نے کہا: میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان، آپ کتنے حلیم، کتنے کریم اور کتنے صلہ رحمی کرنے والے ہیں، لیکن جہاں تک اس معاملہ کا تعلق ہے تو اس بارے میں مجھے ابھی کچھ شبہ ہے۔

حضرت عباسؓ نے فرمایا: اے بندۂ خدا قبل اس کے کہ تمہاری گردن تلوار سے اڑادی جائے اسلام قبول کرلو، اور گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، یہ سننا تھا کہ ابوسفیان اسلام لے آئے اور شہادت دے کر اس فریضہ سے عہدہ برآ ہوئے۔

معافی کی صدائے عام

حضور ﷺ نے فتح مکہ کے دن عفوودرگذر، معافی، امن وامان اور حفاظت کا دائرہ

اتنا وسیع فرمادیا تھا، کہ اہل مکہ میں سے صرف وہی شخص ہلاک ہوسکتا تھا جو خود معافی اور سلامتی کا خواہشمند نہ ہو، اور اپنی زندگی سے بیزار ہو، آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے وہ محفوظ، جو اپنے گھر کا دروازہ بند کرلے وہ محفوظ، جو مسجد حرام میں داخل ہو جائے وہ محفوظ۔

حضور ﷺ نے اسلامی لشکر کو ہدایت فرمائی کہ مکہ میں داخل ہوتے وقت صرف اسی شخص پر ہاتھ اٹھائیں جو ان کی راہ میں حائل ہو، اور ان کی مزاحمت کرے، آپ ﷺ نے اس کا بھی حکم فرمایا کہ اہل مکہ کی منقولہ وغیر منقولہ جائداد کے مسئلہ میں مکمل احتیاط برتی جائے اور اس میں مطلق دست درازی نہ کی جائے۔

فتح مکہ کے دن جب ایک صحابی سعد بن عبادہؓ نے ابوسفیان کو دیکھ کر کہا: ''الیوم یوم الملحمة، الیوم تستحلّ الکعبة، الیوم أذلّ اللہ قریشاً'' (آج گھمسان کا رن ہے، اور خونریزی کا دن ہے، آج کعبہ میں سب جائز ہوگا، آج اللہ تعالی نے قریش کو ذلیل کیا،) تو آپ ﷺ نے فرمایا: '' الیوم یوم المرحمة ، الیوم یعزّ اللہ قریشاً ، و یعظّم اللہ الکعبة '' (نہیں، آج تو رحم اور معافی کا دن ہے آج اللہ تعالی قریش کو عزت عطا فرمائے گا اور کعبہ کی عظمت بڑھائے گا)۔

فتح کے دن حضور ﷺ نے فرمایا: اے قریشیو! تمہیں کیا توقع ہے کہ اس وقت میں تمہارے ساتھ کیا کروں گا؟ انہوں نے جواب دیا: ہم اچھی ہی امید رکھتے ہیں، آپ ﷺ کریم النفس اور شریف بھائی ہیں، اور کریم و شریف بھائی کے بیٹے ہیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تم سے وہی کہتا ہوں جو یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا: ''لا تثریب علیکم الیوم اذھبوا فأنتم الطلقاء'' آج تم پر کوئی الزام نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو۔

دشمنوں کے ساتھ حسن سلوک

جب فتح مکمل ہوگئی اور سب لوگوں کو حضور ﷺ نے امان عطا فرمائی سوائے نو آدمیوں کے، جن کے قتل کا حکم ہوا، خواہ وہ کعبہ کے پردوں کے اندر ملیں، ان میں کوئی وہ تھا

جواسلام لانے کے بعد مرتد ہوگیا، کسی نے فریب دے کر کسی مسلمان کو قتل کیا تھا، کسی نے آپ ﷺ کی ہجو کو تفریح طبع کا سامان بنالیا تھا، اوراس کو لوگوں میں پھیلاتا تھا، ان میں عبداللہ بن سعد بن ابی سرح بھی تھا، جو مرتد ہوگیا تھا، عکرمہ بن ابی جہل تھا جو اسلام کے غلبہ اوراس کے دور دورہ سے نفرت کی بنا پر اور جان کے خوف سے اپنا وطن چھوڑ کر یمن چلا گیا تھا، اس کی بیوی نے اس کے فرار ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ سے اس کے لئے امان طلب کی، آپ ﷺ نے یہ جانتے ہوئے کہ وہ روئے زمین پر آپ ﷺ کے بدترین دشمن کا لڑکا ہے اس کو امان دی، اور خوشی اور استقبال میں اس طرح اس کی طرف لپکے کہ چادر بھی جسم اطہر سے ہٹ گئی تھی۔

ان میں حضور ﷺ کے محبوب چچا حضرت حمزہ کا قاتل (جبیر بن مطعم کا غلام) وحشی بھی تھا، جن کا خون رسول اللہ ﷺ نے مباح کردیا تھا، لیکن وہ اسلام لایا اور رسول اللہ ﷺ نے ان کا اسلام قبول فرمایا، ان میں ہبار بن الاسود بھی تھا، جس نے حضور ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کے پہلو پر نیزہ سے حملہ کیا یہاں تک کہ وہ اونٹ سے ایک چٹان پر گر پڑیں، اور اسقاط حمل کا واقعہ پیش آیا، اس کے بعد وہ بھاگ گیا، بعد میں اس نے اسلام قبول کرلیا، اور سارہ اور دو ایک اور گانے والیوں (جو آپ ﷺ کی ہجو میں کہے گئے اشعار گاتی تھیں) کے سلسلہ میں بھی آپ ﷺ سے امان چاہی گئی، آپ ﷺ نے ان دونوں کو امان دے دی، اور وہ دونوں مسلمان ہوگئیں۔

ہند اور حضور ﷺ کا مکالمہ

مکہ میں ایک مجمع آپ ﷺ سے اسلام پر بیعت کرنے کے لئے اکٹھا ہوگیا، آپ ﷺ ان کو بیعت کرنے کے لئے کوہ صفا پر تشریف لائے، اور وہاں بیٹھ کر ان سے اللہ اور رسول کی سمع واطاعت پر بیعت لی۔

جب مردوں کو بیعت کرکے آپ ﷺ فارغ ہوگئے تو آپ ﷺ نے عورتوں سے بیعت لی، ان میں ابوسفیان کی بیوی ہند بنت عتبہ بھی تھیں، وہ نقاب میں تھیں، اور سیدنا حضرت حمزہؓ کے ساتھ انہوں نے جو کچھ کیا تھا، اس کی وجہ سے اپنے کو ظاہر کرنا نہیں

چاہتی تھیں، حضور ﷺ نے فرمایا: اس پر مجھ سے بیعت کرو کہ اللہ کے ساتھ تم کسی کو شریک نہیں ٹھہراؤ گی، ہند نے کہا: خدا کی قسم! آپ ﷺ ہم سے وہ اقرار لے رہے ہیں جو آپ ﷺ نے مردوں سے نہیں لیا ہے۔

''اور چوری نہ کروگی''، ہند نے پھر کہا: میں نے ابوسفیان کے مال سے اکثر تھوڑا تھوڑا لیا ہے، میں نہیں جانتی تھی کہ ایسا کرنا حلال ہے یا حرام، ابوسفیان نے یہ سن کر جو اس وقت موجود تھے کہا کہ جہاں تک گذشتہ کا تعلق ہے تو تم اس سے آزاد ہو، وہ تمہارے لئے حلال ہے، اس موقع پر حضور ﷺ نے فرمایا: اچھا تم عتبہ کی بیٹی ہند ہو؟ ہند نے جواب دیا کہ ہاں، اس کے بعد کہا: کچھ غلطیاں سرزد ہوئی ہیں آپ ان کو معاف کریں، اللہ تعالی آپ ﷺ کو معاف کرے گا۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''اور زنا نہ کروگی'' اس نے کہا: یارسول اللہ (ﷺ) کیا کوئی شریف عورت زنا کرسکتی ہے؟۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، ''اپنی اولاد کو قتل نہ کروگی'' یہ سن کر ہند نے کہا: جب تک وہ بچے رہے ہم نے انہیں پالا، جب بڑے ہوئے تو آپ (ﷺ) نے انہیں قتل کیا، اب آپ ﷺ جانیں اور وہ جانیں۔

اس کے بعد ارشاد ہوا کہ ''کوئی کھلا ہوا بہتان نہ باندھوگی'' ہند نے کہا: بخدا بہتان تراشی بہت معیوب اور قبیح بات ہے، اور بعض مواقع پر چشم پوشی اور درگذر زیادہ بہتر ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا ''اور میری نافرمانی نہ کروگی'' اس نے کہا: ہاں اچھی باتوں میں۔

کرم گستری اور تحمل و بردباری

حضور ﷺ مکارم اخلاق، نوازش و کرم گستری اور تواضع میں ساری انسانیت کے امام و مقتدا تھے، ارشاد باری تعالی ہے: ''إنك لعلى خلق عظيم '' بے شک آپ بہت عظیم اخلاق کے حامل ہیں، حضور ﷺ نے خود ارشاد فرمایا ہے: ''أدبني ربي فأحسن تأديبي '' میری تربیت اللہ تعالی نے فرمائی ہے اور بہترین فرمائی ہے، حضرت جابر رضی اللہ

عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: إن الله بعثني لتمام مكارم الأخلاق و كمال محاسن الأفعال " اللہ تعالی نے مجھے مکارم اخلاق اور محاسن اعمال کی تکمیل کے لئے مبعوث فرمایا ہے، جب حضرت عائشہؓ سے آپ ﷺ کے اخلاق کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا:" كان خلقه القرآن " آپ (ﷺ) اخلاق میں قرآن کا مجسم نمونہ تھے، عفو و درگذر، تحمل و بردباری، کشادہ قلبی اور قوت برداشت میں آپ ﷺ کا جو مقام تھا وہاں تک اہل ذہانت کی ذہانت، اور شعراء کے خیال و تصور کی بھی رسائی نہیں ہو سکتی، ذیل میں چند مزید مثالیں پیش کی جاتی ہیں:۔

حضور ﷺ کی نوازش و کرم اور بڑے سے بڑے دشمن کے ساتھ دلداری اور احسان کا ایک نمونہ وہ تھا جب منافقین کے سردار عبد اللہ بن ابی بن سلول کو قبر میں اتارا گیا، آپ ﷺ وہاں تشریف لائے، اور حکم دیا کہ اس کو قبر سے نکالا جائے، اس کے بعد آپ ﷺ نے اس کو اپنے گھٹنوں پر رکھا اور اپنا لعاب دہن اس پر ڈالا اور اپنی قمیص مبارک اس کو پہنائی۔(۱)۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چل رہا تھا، آپ ﷺ اس وقت نجران کی چادر زیب تن کئے ہوئے تھے، جس کے کنارے موٹے تھے، راستہ میں ایک اعرابی آپ ﷺ سے ملا، اور آپ ﷺ کی چادر مبارک پکڑ کر زور سے کھینچی، میں نے نظر اٹھائی تو دیکھا کہ آپ ﷺ کی گردن پر اس کے کھینچنے کی وجہ سے نشان پڑ گئے ہیں، پھر اس اعرابی نے کہا: یا محمد! اللہ کا جو مال آپ کے پاس ہے وہ مجھے دینے کا حکم دیجئے، آپ ﷺ نے اس کی طرف مڑ کر دیکھا اور ہنسے پھر ہدایت کی کہ اس کو دیا جائے۔(۲)

زید بن سعنہ آپ ﷺ کے پاس آیا، اور قرض کا مطالبہ کیا، جو آپ ﷺ نے اس سے لیا تھا، پھر اس کے بعد اس نے کپڑا پکڑ کر آپ ﷺ کے شانۂ مبارک سے زور سے کھینچا، اور اپنی مٹھی میں کپڑے کو لے لیا، اور سخت الفاظ میں بات کی، پھر کہا: تم عبد المطلب کی اولاد! بڑے ٹال مٹول کرنے والے ہو، حضرت عمرؓ نے اس کو جھڑکا، اور سخت لہجہ میں بات کی، لیکن رسول اللہ ﷺ کا رویہ مسکراہٹ کا رہا، آپ ﷺ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا: عمر ہم

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب الجنائز۔ (۲) صحیح بخاری، کتاب الجہاد۔

اور یہ شخص تمہاری طرف سے دوسرے رویہ کے مستحق تھے، مجھے تم قرض جلد ادا کرنے کا مشورہ دیتے اور اس کو نرم طریقہ سے تقاضہ کرنے کو کہتے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اس کی مدت ادائیگی میں ابھی تین دن باقی ہیں، بہر حال آپ ﷺ نے حضرت عمرؓ کو اس کے قرض کی ادائیگی کا حکم دیا، اور بیس صاع اس کو مزید دینے کو فرمایا کہ یہ اس کا معاوضہ ہے جو حضرت عمرؓ نے اس کو خوفزدہ کر دیا تھا، اور پھر یہی باتیں اس کے اسلام لانے کا باعث بن گئیں۔(۱)

جانوروں کے ساتھ نرمی

حضور ﷺ بے زبان جانوروں کے ساتھ نرمی کا حکم فرماتے تھے، شداد بن اوس کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے ہر چیز کے ساتھ اچھا معاملہ کرنے اور نرم برتاؤ کرنے کا حکم دیا ہے، اس لئے اگر قتل بھی کرو تو اچھی طرح کرو، ذبح کرو تو اچھی طرح کرو، تم میں جو ذبح کرنا چاہے وہ اپنی چھری پہلے تیار کرے، اور اپنے ذبیحہ کو آرام دے(۲)۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ایک شخص نے ایک بکری زمین میں ذبح کرنے کے لئے لٹائی، اس کے بعد چھری تیز کرنا شروع کیا، رسول اللہ ﷺ نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ کیا تم اس کو دوبار مارنا چاہتے ہو؟ اس کو لٹانے سے پہلے تم نے چھری تیز کیوں نہ کر لی؟(۳)۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ رسول ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے، آپ ﷺ ایک ضرورت کے لئے وہاں سے تھوڑی دیر کے لئے تشریف لے گئے، اس درمیان ہم نے ایک چھوٹی چڑیا دیکھی، اس کے ساتھ اس کے دو بچے تھے، ہم نے دونوں بچے پکڑ لئے، وہ یہ دیکھ کر اپنے پروں کو پھڑ پھڑانے لگی، آپ ﷺ تشریف لائے اور پوچھا: کس نے اس کے بچے چھین کر اس کو تکلیف پہونچائی ہے؟ پھر آپ ﷺ نے حکم دیا کہ اس کے بچے واپس کر دو، یہاں ہم نے چیونٹیوں کی ایک آبادی دیکھی، اور اس کو جلا دیا، آپ نے فرمایا: اس کو کس نے جلایا ہے؟ عرض کیا ہم لوگوں نے، آپ ﷺ نے فرمایا: آگ سے عذاب دینے کا حق صرف آگ کے رب کو ہے۔

---

(۱) مسند احمد۔ (۲) صحیح مسلم، کتاب الذبح۔ (۳) طبرانی۔

حضور ﷺ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو جانوروں کو چارہ پانی دینے کی ہدایت فرمائی، اور ان کو پریشان کرنے اور ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ لادنے کی ممانعت کی، اور جانوروں کی تکلیف دور کرنے اور ان کو آرام پہونچانے کو باعث اجر وثواب اور تقرب الی اللہ کا ذریعہ قرار دیا، اور اس کے فضائل بیان فرمائے، حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص کہیں کے سفر پر تھا، راستہ میں اس کو سخت پیاس لگی، سامنے ایک کنواں نظر پڑا، وہ اس میں اتر گیا، جب باہر آیا تو دیکھا کہ ایک کتا پیاس کی شدت کی وجہ سے کیچڑ چاٹ رہا ہے، اس نے اپنے دل میں کہا کہ پیاس سے جو میرا حال ہو رہا تھا، یہی اس کا بھی ہے، وہ پھر کنویں میں اترا، اپنے چمڑے کے موزے پانی سے بھرے، پھر ان کو اپنے دانتوں سے دبایا اور اوپر آکر کتے کو پلایا، اللہ تعالی نے اس کے اس عمل کو قبول فرمایا، اور اس کی مغفرت فرمادی، لوگوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ: بہائم اور جانوروں کے معاملہ میں بھی اجر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہر اس مخلوق میں جو تر وتازہ جگر رکھتی ہے، اجر ہے۔(۱)۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا: ایک عورت کو صرف اس بات پر عذاب دیا گیا کہ اس نے اپنی بلی کو کھانا پانی نہیں دیا، اور نہ اس کو چھوڑا کہ وہ کیڑے مکوڑوں ہی سے اپنا پیٹ بھر لے۔(۲)۔

سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کا گذر ایک ایسے اونٹ پر ہوا جس کا پیٹ لاغری کی وجہ سے اس کی پیٹھ سے لگ گیا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: ان بے زبان جانوروں کے معاملہ میں اللہ سے خوف کرو، ان پر سواری کرو تو اچھی طرح، ان کو ذبح کر کے ان کا گوشت استعمال کرو تو اس حالت میں کہ وہ اچھی حالت میں ہوں۔(۳)۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم کسی سرسبز جگہ جاؤ تو اونٹوں کو زمین پر ان کے حق سے محروم نہ کرو، اور اگر خشک زمین پر جاؤ تو وہاں تیز چلو، رات کو پڑاؤ ڈالنا ہو تو راستہ پر نہ ڈالو، اس لئے کہ وہاں جانوروں کی آمد ورفت رہتی ہے،

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب المساقاۃ، باب فضل سقی الماء۔
(۲) امام نووی بروایت مسلم۔ (۳) سنن ابوداود۔

اور کیڑے مکوڑے وہاں پناہ لیتے ہیں۔(۱)۔

بنی نوع انساں میں محاسن اخلاق کا سب سے بڑا مظہر پیغمبروں کی ذات ہے، اور پیغمبروں میں سب سے اعلی وافضل ہستی رسول ﷺ کی ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو اس وصف سے نمایاں طور پر متصف فرمایا تھا، ﴿لقد جاء کم رسول من أنفسکم عزیز علیه ما عنتم، حریص علیکم، بالمؤمنین رء وف رحیم ﴾[سورہ توبہ، آیت نمبر ۱۲۸] (تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تم ہی میں سے ہیں، جن کو تمہارے نقصان کی بات گراں گذرتی ہے، جو تمہاری منفعت کے بڑے خواہش مندرہتے ہیں، اور ایمان والوں کے حق میں تو بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں)۔

لیکن یہ عجیب تضاد ہے کہ مغربی مصنفین خصوصاً مستشرقین نے سیرت نبوی کے اس پہلو کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے اور بعض تاریخی اور تادیبی کارروائیوں سے استدلال کر کے بڑی دیدہ دلیری اور دیدہ ودانستہ یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (نعوذ باللہ) تشدد اور طاقت کے استعمال کے داعی تھے اور اسلام تشدد اور جبر کی تعلیم دیتا ہے۔ مستشرقین نے آپ کی رحمت للعالمینی اور عفو ودرگزری کی صفت کو سنگ دلی سے تبدیل کر دیا ہے۔

آج مغرب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق سے جو تصور قائم ہے وہ انہیں بدنیت مستشرقین کا دیا ہوا ہے جو ان کے ذہنوں اور دلوں میں ایسا راسخ ہو گیا ہے کہ زمانہ کی ترقیوں اور بحث وتحقیق کے میدان میں نئی نئی تحقیقات وانکشافات کے باوجود آج تک تبدیل نہیں ہوسکا، حتی کہ مغرب کا تعلیم یافتہ طبقہ بھی اس بات کی زحمت گوارہ نہیں کرتا کہ وہ صاف اور کھلے ذہن سے سیرت نبوی کا مطالعہ کرے اور حقیقت حال کا پتہ لگائے، حالانکہ جو لوگ سیرت نبوی کا حقیقت پسندانہ مطالعہ کرتے ہیں وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت للعالمینی اور عفو ودرگزر کی صفت کا اعتراف کرتے ہیں، بہت سے حقیقت پسند اور انصاف پسند یورپین دانشوروں نے اسلام کا غیر جانبدارانہ مطالعہ کیا، تو وہ اسلام کی تعلیمات سے متأثر ہو کر حلقۂ بگوش اسلام ہو گئے اور اس کا بھی اعتراف کیا کہ ان کی سابقہ

---

(۱) صحیح مسلم۔

معلومات ناواقفیت پر مبنی تھیں۔

بعض بدنیت مغربی مورخین اور مستشرقین نے اس کا اظہار کیا کہ سیرت نبوی کے موضوع پر ان کے لکھنے کا مقصد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلمانوں کے تعلق کو ختم کرنا اور ان کے دلوں سے آپ کی محبت، والہانہ شیفتگی، اور آپ کے تقدس کو ختم کرنا ہے، ان خطرناک مستشرقین میں سرفہرست مندرجہ ذیل ہیں، ولیم میور(william Muir)، واشنگٹن آرونگ(Irving Washington)، آربری(A.J. Arberry)، الفرڈ گیوم(A. Geom)، گولڈزہیر(Goldizher)، زویمر(S.M. Zweimer)، گرون بام(G. Vom Grunbaum)،فیلیب ہٹی(P.H. Hitti)، وینسنک (A.J. Wensink) لوی ماسینون(L. Massignon)، مارگولیوتھ(D.S. Margoliouth)

زہریلے مواد پر مشتمل ان کتابوں کو اسلام سے موروثی عداوت اور صلیبی جنگوں کے اثر سے عوام میں بڑی مقبولیت حاصل ہوئی، اس جانبدارانہ، حاقدانہ تصور کو تاریخ، قصہ اور ناول کے ذریعہ عام کیا گیا، اس کے مطابق فلمیں بنائی گئیں، اور عالم اسلام کے سماجی، سیاسی واقعات کو اسلام کی تعلیم اور خود ذات رسول کریم سے جوڑنے کی کوشش کی گئی، اور نصاب تعلیم میں داخل کی گئیں، صرف یہی نہیں بلکہ سیرت نبوی پر کام کرنے والے مصنفوں نے اور خود مسلم سیرت نگاروں اور مورخین نے انہیں کتابوں پر اعتماد کیا، جس کی وجہ سے یورپ کے ساتھ ساتھ خود عالم اسلام میں سیرت نبوی کے تعلق سے غلط حقائق و معلومات عام ہوگئیں اور مسلمان تعلیم یافتہ طبقہ اس سے متاثر ہوا۔

مستشرقین نے یہ کتابیں ایسے وقت میں تصنیف کیں جب کہ پوری دنیا پر مسلمانوں کو سیاسی غلبہ حاصل تھا اور دوسری طرف یورپ جہالت و گمراہی سے نکل کر روشنی کی جانب گامزن تھا اور مسلم فاتحین کا رعب ودبدبہ اس پر چھایا ہوا تھا، اسی کے ساتھ ساتھ یورپ خانہ جنگی سے بھی دوچار تھا، سوسالہ، تیس سالہ، دہ سالہ اور تین سالہ جنگیں یورپین خانہ جنگی کی واضح مثالیں ہیں جن میں لاکھوں لوگوں کا قتل عام ہوا اور ان خون آشام خانہ جنگیوں کی وجہ سے زندگی

سے مایوسی عام ہوگئی اور اسی کیساتھ ساتھ مسلم فاتحین کی کامیابیوں اور اسلامی تہذیب وتمدن کے عروج کو دیکھ کر یورپ احساس کہتری کا شکار ہوگیا تھا اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کینہ وحسد، بغض وعناد پیدا ہوگیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہانت آمیز خاکوں کی اشاعت اور آپ کی سیرت مبارکہ کو غلط طریقہ سے پیش کیا جانا اس دشمنی وعناد کی واضح دلیل ہے۔

مغرب فطری طور پر بزدل اور کمزور ہے اور بزدل ہمیشہ دشنام طرازی کا سہارا لیتا ہے، یورپین مورخین کی یہ کتابیں اس کا کھلا ثبوت ہیں، جب کہ مسلمانوں کی فطرت جوانمردی بہادری، کرم فرمائی اور کشادہ قلبی ہے اور بہادر کمزوروں کے ساتھ عفوودرگزر، عدل گستری، دلداری ورواداری سے پیش آتا ہے، تاریخ اسلام میں اس کی بکثرت مثالیں موجود ہیں۔

یورپین مورخین کا اعتراف

عیسائی مورخ فلپ واچ اور یوسف کرباج ''المسيحيون في التاريخ الإسلامي العربي و التركي ''میں رقمطراز ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مصر میں عیسائیوں کی تعداد ڈہائی لاکھ کے قریب تھی، لیکن نصف صدی کے بعد عباسی خلیفہ ہارون رشید کے زمانہ میں ان کی نصف تعداد نے اسلامی تعلیمات خصوصاً اسلامی عدل ومساوات اور دلداری اور رواداری سے متاثر ہوکر اسلام قبول کرلیا۔

مشہور مستشرق سرٹوماس آرنلڈ نے اپنی کتاب ''دعوت اسلامی'' میں دلائل کے ساتھ لکھا ہے کہ اسلام کے عہد اقتدار وحکمرانی میں غیر مسلموں کے ساتھ عدل ومساوات، عفوودرگذر، تسامح، اور کشادہ قلبی وفراخ دلی کا جو معاملہ کیا گیا یورپ کی پوری تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

مشہور جرمن مستشرقہ مسز ہونکہ جو'' مغرب پر اسلام کا سورج طلوع ہورہا ہے'' اور ''أرحم الفاتحين'' کی مصنفہ ہیں، کہتی ہیں کہ مسلم فاتحین نے کبھی بھی اسلام قبول کرنے پر کسی کو مجبور نہیں کیا، اس کے برعکس عیسائیوں نے نصرانیت قبول نہ کرنے پر قتل وغارتگری کا بازار گرم کیا، خصوصاً اندلس میں مسلمانوں پر ظلم وبربریت کے پہاڑ توڑے گئے۔

پوپ یوحنا نقیوسی نے اپنی کتاب ''تاريخ مصر: رؤية قطبية ''میں لکھا ہے کہ جب

تک حضرت عمرو بن العاص مصر کے والی رہے کبھی بھی کلیسا سے ٹیکس نہیں لیا اور نہ ہی کسی نازیبا امر کے مرتکب ہوئے، بلکہ جب تک مصر کے والی رہے کلیساؤں کی حفاظت کی۔

ایک دوسرا پوپ میخائیل سریانی کہتا ہے کہ بیزنطینی شہنشاہوں نے ہمارے مقدس کلیساؤں اور گرجا گھروں کو انتہائی بے دردی، سفاکی، اور ظلم و دہشت گردی سے لوٹ لیا، لیکن جب مسلمانوں کا عہد اقتدار آیا تو مسلم حکمرانوں نے ہم کو رومیوں کے ظلم سے نجات دلائی، اور ہم کو مکمل آزادی دی کہ ہم عیسائی جس طرح چاہیں اپنے مذہب پر عمل کریں، مسلمانوں کے عہد حکومت میں ہم کو امن سکون نصیب ہوا۔(۱)۔

"تاريخ الأمة القبطية" کے مصنف یعقوب نخلہ روفیلہ کہتے ہیں کہ حضرت عمرو بن العاص کے زمانہ میں قبطیوں کو جو امن سکون اور راحت و چین نصیب ہوا وہ ان کو کسی اور زمانہ میں نصیب نہیں ہوا۔

یورپ نے مسلمانوں کے عہد اقتدار وغلبہ میں دوبدو جنگ کرنے کے بجائے مکر وفریب، عیاری ومکاری، چالبازی، بہتان تراشی وافتراپردازی، اور کذب بیانی کا راستہ اختیار کیا اور مسلمانوں کے خلاف فکری وتہذیبی جنگ چھیڑ دی۔

یورپ کی علمی بیداری کے اوائل میں اسلام کے تعلق سے ایک کتب خانہ وجود میں آیا جس کا بیشتر حصہ سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق تھا، لیکن یورپ نے اسلامی موضوعات پر تحقیق وریسرچ میں اس حقیقت پسندی اور غیر جانبداری کا ثبوت نہیں دیا جو دوسرے علوم وفنون کے میدان میں نظر آتی ہے، بلکہ اسلام کے تعلق سے اسی روش اور نہج پر قائم رہا جو صلیبی جنگوں کے زمانہ میں رائج تھا اور صلیبی عہد کے تصورات وخیالات کو یورپین اہل قلم جوں کا توں نقل کرتے آرہے تھے، حالانکہ بحث وتحقیق کی رو سے ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ یورپ دوسرے میدانوں کی طرح اس میدان میں بھی حقیقت پسندی اور غیر جانبداری کا ثبوت دیتا، اس ضمن میں برطانوی وزیراعظم ٹونی بلیئر کا وہ بیان بڑی اہمیت کا حامل ہے جو انہوں نے انڈونیشیا کے اپنے دورے کے درمیان دیا تھا کہ عالم اسلام اور مغرب کے تعلقات ماضی کی

---

(۱) تاريخ مصر في العصر البيزنطي، از ڈاکٹر صبری ابوالخیر سلیم، ص:۶۲، طبع قاہرہ، دارعین، ۲۰۰۱م۔

تاریخ پر قائم ہیں اور اب ماضی کو بھلا کر حال کی روشنی میں تعلقات استوار کرنا چاہئے۔

یورپ میں غیر جانبدار اور انصاف پسند اہل قلم بھی ہیں جنھوں نے عام نہج سے ہٹ کر صداقت وسچائی کا طریقہ اختیار کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے تعلق سے یورپ میں رائج غلط اور گمراہ کن تصورات کو بے بنیاد ٹھہرایا ہے، لیکن یہ کتابیں یورپ میں رواج نہ پاسکیں کیوں کہ آج بھی اسلام کے تعلق سے اہل یورپ کے ذہن ودماغ مسموم ہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ بہت سے انصاف پسند مورخین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل وکمال اور انسانیت پر آپ ﷺ کے احسان کے معترف ہیں، مثال کے طور پر ''لامرٹائن'' ''ڈیورانٹ'' ٹوماس کارلائل'' ''جاک ریسلر'' ہوبرٹ جارج ویلس'' اور ''ہنری'' جیسے اہل علم اور دانشوروں نے اپنی کتابوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انسانیت نوازی کا صاف لفظوں میں اعتراف کیا ہے، لیکن ناکام صلیبی جنگوں کے عہد سے اسلام سے بغض وعناد اور نفرت وعداوت کا جو ماحول چلا آرہا ہے اس کی وجہ سے وہی کتابیں مقبول عام ہوئی ہیں جن میں اسلام کے تئیں زہریلا مواد ہوتا ہے اور وقتاً فوقتاً یورپ میں اسلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو گستاخانہ اور اہانت آمیز لٹریچر شائع ہوتا ہے یا فنکار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو اہانت آمیز خاکے شائع کرتے ہیں اس سب کی بنیاد وہی قدیم تصور ہے جو یورپی قوموں کے ذہنوں میں رچ بس گیا ہے اور یورپ کے نصاب تعلیم میں وہی کتابیں داخل ہیں جو اسلام مخالف اور گمراہ کن حقائق ومعلومات پر مشتمل ہیں، جس کی وجہ سے بچپن ہی سے ذہنوں میں اسلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلط تصویر قائم ہو جاتی ہے۔

نبی انسانیت جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہانت آمیز خاکوں کی اشاعت کے بعد عالم اسلام میں زبردست احتجاج اور مظاہرے ہوئے، تو یورپ کے فنکاروں نے اپنی گستاخی کا عذر یہ پیش کیا کہ ان کے فکر وخیال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا ہی تصور بٹھایا گیا ہے، پیغمبر انسانیت ان کی تحقیق ومعلومات کے مطابق ویسے ہی تھے جیسا انہوں نے ان کارٹونوں میں دکھایا ہے، اوران کا یہ اقدام اظہار رائے کی آزادی پر مبنی ہے

جو یورپ میں سب کو حاصل ہے، لندن سے شائع ہونے والے میگزین ''ایکنامسٹ'' نے اہانت آمیز کارٹون کی اشاعت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا تھا کہ مستشرقین کی کتابوں میں اس سے بھی زیادہ افسوسناک اور اہانت آمیز خیالات ملتے ہیں، اس ''میگزین'' نے مستشرقین کے بدترین تصورات کے نمونے بھی شائع کئے تھے، مستشرقین کے جواب میں مسلم سیرت نگاروں نے جو کتابیں تصنیف کی ہیں، ان میں اہل مغرب کے اسلام کے تئیں بغض وعناد اور عداوت ودشمنی کی مثالیں دیکھی جاسکتی ہیں۔

وقت کی اہم ضرورت

مسلم اہل قلم اور مفکرین کو چاہئے تو یہ تھا کہ وہ یورپ کی اس علمی وفکری یلغار کا مقابلہ کرتے، لیکن افسوس کہ وہ اپنی تمام تر توجہات یورپ کے عسکری حملے کے دفاع میں صرف کرنے کی وجہ سے اس بھیانک فکری وعلمی یورش پر توجہ نہ دے سکے، حالانکہ یورپ عالم اسلام پر اپنے استعماری حملے سے قبل ہی اس خاموش سنگین علمی وفکری جنگ کی ابتدا کرچکا تھا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمانوں نے سیرت نبوی پر ایک قیمتی ذخیرہ تیار کیا، اور سیرت نبوی کا موضوع مسلم مصنفین کا پسندیدہ اور محبوب موضوع رہا ہے، اسی حب رسول اور ذات نبوی سے والہانہ تعلق وشیفتگی کے نتیجہ میں ان کے قلم سے ایسی نادر اور بیش قیمت کتابیں وجود میں آئیں جن سے اہل ایمان کے قلوب عشق رسول کی روشنی سے منور وفروزاں ہوتے ہیں، اور ان کے دلوں میں حب رسول کی خاطر سب کچھ قربان کردینے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، اہانت آمیز کارٹونوں کی اشاعت کے بعد اس جذبہ کا مظاہرہ ومشاہدہ خوب ہوا، پورا عالم اسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہانت آمیز خاکوں کے خلاف دیوانہ وار سڑکوں پر نکل آیا، لیکن مسلم مصنفین کی کتابیں مسلمانوں ہی کی زبانوں میں ہیں اور یقیناً ان کتابوں نے حب رسول اور اتباع سنت کے جذبہ کو خوب فروغ دیا، اسی طرح نعتیہ قصائد نے بھی مسلمانوں میں شوق وسرور اور عقیدت کے جذبات کو اور جلا بخشی ہے،

لیکن یورپ کے نظریہ کو ان کتابوں کے ذریعہ نہیں بدلا جاسکتا بلکہ یورپ کے تصورات کو اسی کی زبانوں میں سیرت پر لٹریچر پیش کرنے سے بدلا جاسکتا ہے، بعض اخباری رپورٹوں کے مطابق کارٹونوں کے خلاف ردعمل کے اثر سے یورپ میں سیرت نبوی کے متعلق کتابوں کی مانگ اتنی بڑھی کہ اس کو پورا کرنا مشکل ہوگیا ہے، لیکن افسوس یورپین زبانوں میں سیرت کا مواد کمیاب ہے۔

اس وقت عالم اسلام میں مختلف اسلامک سینٹر، اکیڈمیاں، مسلم ادارے اور اسلامی مراکز ہیں جو بحسن وخوبی دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دے رہے ہیں، یقیناً یہ انتہائی اہم اور مبارک فریضہ ہے، اس کے ذریعہ ہزاروں لوگ راہ یاب ہورہے ہیں لیکن اسلام اور سیرت نبوی کو علمی وفکری انداز میں پیش کرنا بھی وقت کا اہم فریضہ اور مسلمانوں کی اولین ذمہ داری ہے جو کسی طرح بھی دعوتی فریضہ سے کم اہمیت کی حامل نہیں، بلکہ تقریباً دونوں کی حیثیت یکساں ہی ہے، حالات کا تقاضا ہے کہ اسلامی نظام زندگی کی اہمیت وافادیت اور محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی تابناک حقیقی زندگی کو اہل یورپ کے سامنے علمی وعصری انداز میں پیش کیا جائے، علامہ یوسف قرضاوی صاحب نے بھی اس پہلو پر مسلم اہل قلم کی توجہ مبذول کرائی ہے، انہوں نے کہا ''سیرت نبوی کی تدوین یورپ کی زبانوں میں ہونی چاہئے، سیرت نگاری کے میدان میں یہ ایک خلا ہے اسے پر کیا جانا چاہئے''، اس ضرورت کا احساس کرتے ہوئے انہوں نے عملی نمونہ پیش کیا کہ انٹرنٹ پر سیرت نبوی سے متعلق ایک ویب سائٹ شروع کردی، چنانچہ اسلامی اداروں کی اولین ذمہ داری ہے کہ تاریخ اسلام اور سیرت نبوی کے موضوع پر علمی انداز میں ایسی کتابیں تصنیف کریں جن میں ذات رسول ﷺ کے متعلق کئے جانے والے تمام اعتراضات کا تشفی بخش اور قابل اطمینان جواب ہو، اسی کے ساتھ حالات اور یورپی مزاج ومذاق کا بھی بھرپور خیال رکھا گیا ہو، اس لئے کہ اس قسم کے شکوک وشبہات صرف غیر مسلموں کے ذہنوں ہی میں نہیں پائے جاتے، بلکہ یورپ کی نئی نسل اور مغربی تعلیم یافتہ مسلم طبقہ کے ذہنوں میں بھی یورپ کے گمراہ کن باطل نظریات کی وجہ سے نت نئے شکوک وشبہات نے جگہ بنالی ہے۔

اہانت آمیز خاکوں کے خلاف عالم اسلام میں آنے والی احتجاجی آندھیوں کے جھونکے تھم سے گئے ہیں، احتجاجی مظاہرین ذات نبوی سے متعلق اپنی عقیدت ومحبت اور جاں نثاری والفت کا ثبوت پیش کر چکے، اب ان ارباب علم وفضل اوراصحاب اختصاص کی باری ہے جنھوں نے یورپ کوقریب سے دیکھا ہے اور وہاں کی تہذیب وثقافت اور زبانوں سے آشنا ہیں کہ وہ اس مشن کا بیڑا اٹھائیں، اورسیرت رسول ﷺ وتاریخ اسلام کو یورپ کے مزاج و مذاق کے مطابق پیش کریں، کیونکہ اسی طریقہ سے یورپ کے فکری انحراف کوراہ مستقیم پر لایا جاسکتا ہے، اور یہ وقت کا ایک اہم اسلامی فریضہ ہے جس سے صرف نظرنہیں کیاجاسکتا۔

تعلیماتِ رسول ﷺ کی اہمیت وضرورت

علم کی تاریخ میں اس سے بڑی کذب بیانی، غلط ترجمانی اور گمراہ کن رویہ کی مثال ملنا مشکل ہے، جتنی کذب بیانی، افترا پردازی سیرت پاک کے سلسلہ میں مغربی اہل قلم کی تحریروں میں ملتی ہے، یہ بات تو اس وقت قابل فہم ہے جب علم آزاد نہ تھا اور علم پر کلیسا کے رنگین گہرے پردے پڑے ہوئے تھے، لیکن کلیسا سے آزاد ہونے کے بعد علم کی یہ جانبداری اور کلیسا سے بغاوت کے بعد نبی اسلام اور اسلام کے بارے میں اس کلیسائیت کا مظاہرہ اہل علم کی علمی تحقیقات اور موضوعی مطالعہ کو مشکوک بنا دیتا ہے۔

تعجب کی بات یہ ہے کہ بعض محققین جو اپنے علمی اور تحقیقی کام میں حجت سمجھے جاتے ہیں اور بات بہت ناپ تول کے کہتے ہیں اور بڑی گہرائی تک جاتے ہیں، وہ بھی جب سیرت پاک، قرآن کریم، حدیث نبوی یا اسلامی موضوعات پر آتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کو صلیبیت یا یہودیت کا زبردست کرنٹ لگا اور وہ ہوش حواس کھو بیٹھے اور غیر معقول بات جو خود ان کے بتائے ہوئے اصول وضوابط کے خلاف ہے، ان کے قلم سے نکل گئی اور بعض اپنے اس جذبہ کا اظہار بھی کر بیٹھتے ہیں اور اس ایذا رسانی کا علمی جواز بھی پیش کرتے ہیں۔

ان افترا پردازیوں میں ایک رسول اکرم ﷺ کے بارے میں جنگی مزاج کا دعوی ہے، جو رسول پاک ﷺ کی سیرت کی الٹی تصویر ہے، یہ اہل قلم رسول رحمت کو رسول سیف کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں اور قرآن کریم کو تشدد سکھانے والی کتاب قرار دیتے ہیں، اس بات کو یورپ کے اہل قلم اس قوت سے دہراتے رہتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کا خاصہ معلوم ہوتی ہے، لیکن جب اس سے متاثر ہونے والے سیرت پاک اور قرآن مجید کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ کذب بیانی، افتراء پردازی اور شرانگیزی کھل جاتی ہے اور وہ اس حقیقت کا

اعتراف کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ وہ اسلام اور رسول اللہ ﷺ کے بارے میں جو کچھ جانتے تھے وہ صرف پروپیگنڈہ تھا اور وہ اسلام قبول کرنے میں کسی طرح کا تردد محسوس نہیں کرتے، اس کی متعدد مثالیں اس عہد میں سامنے آرہی ہیں، اخباری اطلاعات سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈنمارک اور ہالینڈ میں رسول اللہ ﷺ اور قرآن کے خلاف جو تحریک چلی اور اس کی حقیقت جاننے کے لئے عیسائیوں نے قرآن اور سیرت پاک کا مطالعہ کیا تو اس کے نتیجہ میں کئی ہزار عیسائی مسلمان ہو گئے۔

حقیقت یہ ہے کہ رسول پاک ﷺ کی زندگی میں جنگ اور انتقام یا تشدد کی کارروائی کا مقابلہ کیا جائے تو محبت، امن اور سختیوں اور تکلیفات کو جھیلنے اور زیادتی کرنے والوں کو معاف کرنے کا عنصر غالب نظر آئے گا اور وہی اس کی بنیادی خصوصیت معلوم ہوگی، خود آپ ﷺ نے فرمایا کہ بعثت لأتمم مكارم الأخلاق‘‘(۱)۔

قرآن کریم نے آپ ﷺ کو رحمت للعالمین کے وصف سے یاد کیا اور یہ آپ کی سب سے بڑی خصوصیت بتائی، وہ کہتا ہے:۔

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللَّهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ ، فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ﴾ [سورہ آل عمران:۱۵۹]

پھر یہ اللہ کی رحمت ہی کے سبب سے ہے، کہ آپ ان کے ساتھ نرم رہے، اور اگر آپ تند خو سخت طبع ہوتے تو وہ لوگ آپ کے پاس سے منتشر ہو گئے ہوتے، سو آپ ان سے درگزر کیجئے اور ان کے لئے استغفار کر دیجئے، اور ان سے معاملات میں مشورے لیتے رہئے، لیکن جب آپ پختہ ارادہ کر لیں تو اللہ پر بھروسہ رکھیئے، بیشک اللہ ان سے محبت رکھتا ہے جو اس پر بھروسہ رکھتے ہیں

اسی طرح آپ ﷺ کی مجالس کے بارے میں ایثار وقربانی، رحمدلی، تواضع کی صفات بیان کیں:

(۱) مؤطا امام مالک۔

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ، وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا، مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ، وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ، ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ، وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا﴾[سورہ فتح: ۲۸-۲۹]

وہ اللہ ہی تو ہے جس نے اپنے پیمبر کو ہدایت اور سچا دین دیکر بھیجا ہے تا کہ اس کو تمام دینوں پر غالب کردے اور اللہ کافی گواہ ہے، محمد ﷺ اللہ کے پیمبر ہیں، اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ تیز ہیں کافروں کے مقابلہ میں، (اور) مہربان ہیں آپس میں، تو انہیں دیکھے گا (اے مخاطب) کہ (کبھی) رکوع کررہے ہیں کبھی سجدہ کررہے ہیں، اللہ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں لگے ہوئے ہیں، ان کے آثار سجدہ کی تأثیر سے ان کے چہروں پر نمایاں ہیں، یہ ان کے اوصاف توریت میں ہیں اور انجیل میں ان کا وصف یہ ہے کہ وہ جیسے کھیتی کہ اس نے اپنی سوئی نکالی، پھر اس نے اپنی سوئی کو قوی کیا، پھر وہ اور موٹی ہوئی، پھر اپنے تنہ پر سیدھی کھڑی ہوگئی کہ کسانوں کو بھی بھلی معلوم ہونے لگی، یہ نشونما صحابہ کو اس وجہ سے دیا تا کہ کافروں کو ان سے جلائے اور اللہ نے ان سے جو ایمان لائے ہیں اور جنھوں نے نیک کام کئے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے

اس رحمدلی کی سب سے بڑی مثال فتح مکہ کے وقت رسول اکرم ﷺ کا اعلان ہے، اس شہر میں جہاں کوئی ظلم وزیادتی ایسی نہیں ہے جو اس پاک ذات پر جس کو وہ صادق وامین کہتے تھے نہ کی گئی ہو، اس شہر کے لوگوں نے ان پر جنگ بھی تھوپی، ان کے خلاف سازشیں بھی کیں، اس کے فتح ہونے پر یہ کہا گیا: ''الیوم یوم المرحمة'' اور جس نے سب سے زیادہ دشمنی کی اس کے بارے میں کہا گیا: ''جو اس کے گھر میں پناہ لے وہ محفوظ ہے'' اس کے بعد عام معافی کا اعلان، ایسی فتح اور ایسے فاتح کی تاریخ میں مثال نہیں مل سکتی، وہ واقعی رحمت للعالمین تھے۔

طائف والوں نے جیسی اذیت پہنچائی لیکن جب فرشتے نے عذاب کی بات کی تو آپ ﷺ نے منع فرمایا اور کہا کہ ''ان کی اولاد ہوسکتا ہے حق قبول کرے''۔

جنگوں کی تاریخ اور خود عصر حاضر میں عیسائیوں کے غلبہ کی تاریخ، مفتوحہ قوم کے

ساتھ سخت قسم کے انتقام اور سفاکانہ رویہ کی ہے، رومیوں نے ایسا کیا تو وہ پرانی بات ہے، لیکن خود رسول اللہ ﷺ پر الزام لگانے والوں نے اپنی فتح کے موقع پر مفتوحہ قوموں کے ساتھ صلیب کے سایہ میں کیا کیا؟ وہ خود ان کی تاریخوں میں محفوظ ہے، انیسویں، بیسویں اور اکیسویں صدی میں ان تہذیب اور انسانیت کا دم بھرنے والوں نے جو کیا وہ کسی پر مخفی نہیں ہے اور اس دور میں جو تشدد اور جبر و قہر کی کارروائیاں دنیا کے مختلف حصوں میں ہو رہی ہیں، وہ اس کا سب سے بڑا ثبوت ہیں، اور کلیسا کی اس پر خاموشی اس کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

اس ذات کے بارے میں جو غلبہ کے وقت، قوت کے وقت، طاقت کے استعمال کے بجائے عفو و درگزر کا رویہ اختیار کرے، جو خادموں تک سے سخت لہجہ میں بات نہ کرے، جو جانوروں تک کے بارے میں رحم کا معاملہ کرنے کا حکم دے، اس کے بارے میں ان علم کے دعویداروں کی ہفوات ان کے علم کا پول کھول دیتی ہیں اور ان کے موضوعیت کے دعوی کے کھوکھلے پن کو ظاہر کرتی ہیں۔

مسلمان مؤرخین سے غلطی یہ ہوئی کہ سیرت پاک کے غالب عناصر کو اس تفصیل سے نہیں پیش کیا، بلکہ اپنے غلبہ کے عہد میں اپنی فتوحات اور عسکری کارروائیوں کو زیادہ تفصیل سے بیان کیا اور اصلاحی اور انسانی خدمات کو اس تفصیل سے نہیں بیان کیا جس کی ضرورت تھی، اسی طرح سیرت پاک کو مختلف زبانوں میں تفصیل سے پیش نہیں کیا، سیرت کے رحم، محبت، انسانیت، بشری خصوصیات اور ملکوتی صفات کو پیش کیا جاتا اور اسلام کے نتیجہ میں علم وفن اور تمدن کو جو فروغ ہوا اس کو مختلف زبانوں میں پیش کیا جاتا تو یہ معاندانہ رویہ اختیار نہیں کیا جاتا۔

اب جبکہ پھر یورپ سے آندھیاں اٹھنے لگی ہیں اور وہ موضوع پھر قوت کے ساتھ پیش کیا جانے لگا ہے ضرورت ہے کہ سیرت پاک کو اس رنگ میں پیش کیا جائے کہ وہ انسانیت کے لئے اس ظلماتی عہد میں کس طرح نجات کا ذریعہ بن سکتی ہے اور انسانیت اس سے کس طرح بیدار ہو سکتی ہے، اس عہد میں جس میں قومی، علاقائی اور نسلی عصبیت اور علم کا غلط استعمال اور اپنے قومی مفادات کے لئے دوسروں پر جبر و قہر کا ماحول عام ہو رہا ہے، رسول اکرم ﷺ کے اس پیغام کو عام کرنے ہی میں نجات ہے کہ "الناس بنو آدم وآدم خلق من تراب، لا فضل لعربي على عجمي إلا بالتقوى" سب آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنے ہیں، عربی کو عجمی پر امتیاز حاصل نہیں امتیاز کی بنیاد صرف خدا کا خوف ہے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم

نوع انسانی کے لئے دائمی و کامل نمونہ

تاریخ انسانی گواہ ہے کہ رحمۃ للعالمین، پیامبر امن و محبت، معلم انسانیت، سرور کونین رسول اکرم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بعثت ایسے پرفتن و پرآشوب دور میں ہوئی جب کہ ہر چہار جانب ضلالت و جہالت اور کفر و گمراہی کی گھنگھور گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں، ظلم و زیادتی کا بازار گرم تھا، رشد و ہدایت اور خیر و بھلائی کی راہیں مسدود ہو چکی تھیں، تخریبی طاقتیں انسانیت سے کھلواڑ کر رہی تھیں اور انسان کو ایندھن کی طرح اپنے شخصی اغراض و مقاصد، حرص و ہوس اور نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لئے استعمال کر رہی تھیں، انسانی و اخلاقی اقدریں یکسر بدل چکی تھیں، روئے زمین پر اضطراب وانتشار، قتل و غارتگری، کشت و خونریزی، اخلاقی و دینی بے راہ روی اور جنسی انارکی کا دور دورہ تھا، انسانی ضمیر مردہ ہو چکا تھا، خیر و صلاح اور حق کی آواز ناپید تھی، ہدایت کا چراغ گل ہو چکا تھا، طاقتور کمزور کو کھائے جا رہا تھا، مالدار غریب کا خون پی رہا تھا اور انسانیت دم توڑ رہی تھی اور دور تک امید کی کوئی کرن نظر نہیں آ رہی تھی۔

اس ناامیدی اور مایوسی کے عالم میں اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو مبعوث فرمایا، چنانچہ آپ ﷺ نے انسانیت کو سہارا دیا، رشد و ہدایت کا چراغ روشن کیا، تہذیب و تمدن اور علم ثقافت کو تعمیری رخ پر لگایا، امن و آشتی کا غلغلہ بلند کیا، الفت و محبت کا نغمہ سنایا، علم کی سرپرستی کی، عدل و مساوات اور اخوت و بھائی چارگی کا درس دیا، تاریخ انسانی گواہ ہے کہ آپ ﷺ سے بڑھ کر انسانیت نواز و کرم گستر نہیں دیکھا، اور نہ کوئی ایسی باکمال اور جامع الصفات شخصیت پیدا ہو سکی جس کو آپ کے مقابل کھڑا کیا جا سکے اور وہ آپ کی جگہ لے سکے، عقل انسانی اپنے تمام سابقہ تجربات، اب تک کے تمام رکارڈ اور

معلومات کی بنیاد پر شہادت دیتی ہے آئندہ بھی کسی ایسی ذات کے پیدا ہونے کے امکان آخری حد تک معدوم ہیں، یہاں تک قیامت برپا کردی جائے گی۔

آپ ﷺ نے اپنے اخلاق کریمانہ، ہمدردی وخیر خواہی اور اعلی انسانی کردار اور حسن سلوک سے کٹر معاندین کے دل جیت لئے۔آپ ﷺ سب سے زیادہ فراخ دل، کشادہ قلب، راست گفتار، نرم طبیعت اور معاشرت ومعاملات میں نہایت درجہ کریم تھے، جو پہلی بار آپ کو دیکھتا وہ مرعوب ہوجاتا، آپ کی صحبت میں رہتا اور جان پہچان حاصل ہوتی تو آپ ﷺ کا فریفتہ اور دلدادہ ہوجاتا، آپ ﷺ کا ذکر خیر کرنے والا کہتا ہے کہ نہ آپ سے قبل میں نے آپ جیسا کوئی شخص دیکھا نہ آپ کے بعد۔صلی اللہ علیہ وسلم۔

نبی رحمت ﷺ کی پوری حیات طیبہ میں شفقت ومحبت، نرمی وملاطفت، دلداری ودلنوازی، عفو ودرگزر اور کرم گستری کی جلوہ گری نظر آتی ہے، دوست تو دوست، جانی دشمنوں کے ساتھ بھی نرمی ومحبت اور لطف وعنایت کا معاملہ فرماتے، دشمن جان لینے آتے، لیکن عاشق زار بن کر واپس ہوجاتے اور آپ پر سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار ہوجاتے، کبھی کسی سے کوئی انتقام نہیں لیا، بلکہ ستاتے اور ایذاء پہونچانے والوں کو معاف کردیتے اور ان کے لئے مغفرت اور ہدایت کی دعا کرتے (اللّٰهم اغفر لقومي فإنهم لا يعلمون).

مکہ کی ۱۳ سالہ مدت کی زندگی صبر وبرداشت اور حلم وعفو کی اعلی مثال ہے، طائف کے واقعہ کو تصور کیجئے اور قربان جایئے آپ ﷺ کے حلم وصبر پر، غزوہ احد میں آپ ﷺ کے دندان مبارک شہید کئے گئے اور آپ ﷺ کی زبان مبارک سے صرف ''اللّٰهم اهد قومي فإنهم لا يعلمون'' کے الفاظ نکلے، فتح مکہ کے روز آپ کو مکمل غلبہ اور اقتدار حاصل تھا، چاہتے تو دشمنوں سے انتقام لے لیتے کہ جنہوں نے آپ ﷺ کو اذیت پہونچانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی، لیکن نبی رحمت کا حلم وعفو دیکھئے کہ ارشاد ہوتا ہے (اذهبوا أنتم الطلقاء) جاؤ تم سب آزاد ہو، تمہارا کوئی مواخذہ نہیں، کیا متمدن دنیا اس کی مثال پیش کرسکتی ہے؟۔

آپ ﷺ کو اپنی ذات کے لئے غصہ نہ آتا، نہ اس کے لئے انتقام لیتے، آپ ﷺ نرم مزاج اور نرم گفتار تھے، اگر آپ درشت خو اور بے مروت ہوتے تو لوگ آپ سے دور ہوجاتے، قرآن کریم میں آپ کے بارے میں ارشاد ہے ﴿فبما رحمة من الله لنت

لهم، ولو كنت فظاً غليظ القلب لانفضوا من حولك ﴾ (اے محمد خدا کی مہربانی سے تمہاری افتادمزاج ان لوگوں کے لئے نرم واقع ہوئی ہے اور اگر تم بدخواور سخت دل ہوتے تو یہ تمہارے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے)[سورہ آل عمران:۱۵۹] دوسری جگہ ارشاد ہے﴿قد جاء كم رسول من أنفسكم عزيز عليه ما عنتم حريص عليكم بالمؤمنين رؤوف رحيم ﴾[سورہ توبہ:۱۲۸] (تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک پیغمبر آئے جن کو تمہاری تکلیف گراں معلوم ہوتی ہے اور تمہاری بھلائی کے بہت خواہش مند ہیں، اور مؤمنوں پر نہایت شفقت کرنے والے اور مہربان ہیں)۔

آپ ﷺ اذیت پہونچانے والے کو معاف کردیتے، لیکن جب خدا کے کسی حق کو پامال کیا جاتا تو اس وقت آپ ﷺ کے جلال کے سامنے کوئی چیز ٹھہر نہیں سکتی تھی، اگر کوئی شخص آپ ﷺ سے سوال کرتا اور کچھ مدد چاہتا تو اس کو جھڑکتے نہیں، بلکہ اس کی ضرورت پوری فرمادیتے، یا کم از کم نرم اور شیریں لہجہ میں جواب دیتے، کبھی کبھی سوال کرنے والے سخت طریقہ اختیار کرتے، لیکن آپ شفقت اور نرمی کا ہی معاملہ فرماتے، کسی خادم یا کسی عورت پر آپ ﷺ نے کبھی ہاتھ نہیں اٹھایا، اور نہ ہی ان کو ڈانٹا۔

آپ ﷺ کی گفتگو علم ومعرفت، حیاء وشرم اور الفت ومحبت کی ہوتی، اللہ کا ذکر کرتے ہوئے کھڑے ہوتے اور اللہ کا ذکر کرتے ہوئے بیٹھتے، لوگوں کی دلداری فرماتے اور ان کو متنفر نہ کرتے اور ان کے دلوں میں محبت والفت، اخوت و بھائی چارگی اور نرمی پیدا فرما دیتے، اسی دلداری اور ملاطفت کا نتیجہ تھا کہ آپ ﷺ کے صحابہ آپ پر ہر چیز قربان کرنے کے لئے تیار رہتے تھے۔

آپ ﷺ نے علم ومعرفت اور رشد وہدایت کی راہ روشن کی اور نوع انسانی کو اخوت ومساوات کا درس دیا اور یہ اعلان کردیا کہ سب آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے پیدا کئے گئے ہیں، کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ کسی عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت ہے، مگر تقوی کی بنا پر، خدا کے نزدیک تم میں عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے۔

آپ ﷺ کی بعثت دنیا کے ایسے خطہ میں ہوئی جو اخلاقی، عقلی اور اعتقادی اعتبار سے سب سے زیادہ پس ماندہ تھا، آپ ﷺ نے دنیا میں پھیلے ہوئے فساد اور بگاڑ کے خلاف

جدو جہد کی، آپ ﷺ کی دعوت اور پیغام پوری نوع انسانی کے لئے تھا، آپ ﷺ نے انسانیت کا وقار بحال کیا اور اپنی حکیمانہ تعلیم وتربیت سے ایک ایسی مثالی جماعت تیار کردی جس نے پوری دنیا میں امن وامان، اخوت ومحبت، عدل وانصاف اور مساوات کا پیغام عام کیا، انسانیت کی بقا وحفاظت کا کام کیا، چنانچہ کل تک جو رہزن تھے، وہ آج رہرو ہی نہیں، بلکہ بہترین رہبر بن گئے، کل تک جن کی زندگی فسق وفجور کی نذر تھی، آج وہ اتنے بلند اور مقدس مقام ومرتبہ تک پہنچ گئے کہ صداقت وپاکیزگی کو ان کے انتساب سے شرف ہوجائے، کل تک جو مردہ تھے، وہ آج زندہ ہی نہیں، بلکہ دوسروں کو زندہ کرنے والے بن گئے صحابۂ کرام آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ کی چلتی پھرتی مثال تھے، رفیق غار اور خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کے مشن کو آگے بڑھایا، خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عدل وانصاف کا غلغلہ بلند کیا، آپ کی زاہدانہ اور متقشفانہ زندگی کے باوجود دشمن آپ کے رعب وجلال سے کانپتے تھے، بیت المقدس میں داخلہ کا واقعہ عدل فاروقی کا اعلی نمونہ ہے، آپ فاتح کی حیثیت سے نہیں، بلکہ ایک خاکسار اور عاجز بندہ کی طرح داخل ہوئے، آپ کا یہ تاریخی جملہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے کہ ''جو کچھ ہے وہ اسلام کی ہی کی بدولت ہے''۔ صحابہ کرام کی مثالی زندگی حضور ﷺ کی تعلیم وتربیت ہی کا نتیجہ ہے۔

آپ ﷺ کے جانثار رفقاء آپ ہی کی صفات سے متصف اور اسلامی تعلیمات کا اعلی نمونہ تھے، جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے ''أصحابي كالنجوم بأيهم اقتديتم اهتديتم '' یہ آپ ﷺ کی حکیمانہ تربیت کی روشن دلیل ہے، آپ ہی کی تربیت کا نتیجہ تھا کہ دعوت اسلامی کی آواز چہاردانگ عالم میں پھیل گئی اور پرچم اسلام عرب وعجم میں لہرانے لگا، خدائی تعلیمات اور ہدایت وفلاح کی باد بہاری چلنے لگی، ہر شخص اپنے اپنے ظرف کے مطابق کسب فیض میں مشغول ہوگیا، پوری دنیا نے اسلام کا یہ پیغام جان لیا کہ اسلام نام ہے کائنات کے کارساز حقیقی کے سامنے خودسپردگی اور سرافگندگی کا، اسلام نام ہے اس عقیدہ کا کہ آسمان وزمین اور بحر وبر کا خالق ومالک صرف ایک ہے، جس نے انسان کو ایسی شکل وصورت سے نوازا جو سب سے بہتر اور سب سے عمدہ تھی، جس نے ابن آدم کو اشرف المخلوقات بنایا اور دنیا کے تمام ستارے سیارے اور مہر وماہ وانجم کو اس کی ضروریات کی

تکمیل میں لگا دیا، پوری کائنات اس کے دست نگر کر دی اور اس کو علم وعرفاں کا وہ نور عطا کیا جس سے وہ زندگی کے ہر گوشہ میں رہنمائی حاصل کرتا ہے، آپ ﷺ کے بعد آپ کے حاملین منصب نبوت پوری تندہی و اخلاص سے دعوت اور پیغام اسلامی کو عام کرنے لگے، لوگوں کو زندگی کا سلیقہ اور آداب سکھاتے رہے۔

ایک انصاف پسند اور تاریخ عالم سے واقف مغربی اہل علم نے اس طبقہ کی بڑی کامیاب تصویر پیش کی ہے، اور ان کی نمایاں اور مشترک خصوصیت کی طرف اشارہ کیا ہے، جو نبوت کا باغ تازہ اور قرآن کی فصل بہار کہلانے کا مستحق ہے، جرمن فاضل کائتانی (Caetani) اپنی کتاب "سنین اسلام" میں لکھتا ہے:۔

"یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اخلاقی وراثت کے سچے نمائندے، مستقبل میں اسلام کے مبلغ، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا رسیدہ لوگوں تک جو تعلیمات پہنچائی تھیں، ان کے امین تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسلسل قربت اور ان سے محبت نے ان لوگوں کو فکر و جذبات کے ایک ایسے عالم میں پہونچا دیا تھا جس سے اعلی اور متمدن ماحول کسی نے دیکھا نہیں تھا۔

درحقیقت ان لوگوں میں ہر لحاظ سے بہترین تغیر ہوا تھا، اور بعد میں انہوں نے جنگ کے مواقع پر مشکل ترین حالات میں اس بات کی شہادت پیش کی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے افکار کی تخم ریزی زرخیز زمین میں کی گئی تھی، جس سے بہترین صلاحیتوں کے انسان وجود میں آئے، یہ لوگ مقدس صحیفہ کے امین اور اس کے حافظ تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو لفظ یا حکم انہیں پہنچا تھا اس کے زبردست محافظ تھے۔

یہ تھے اسلام کے قابل احترام پیش رو جنہوں نے مسلم سوسائٹی کے اولین فقہاء علماء، اور محدثین کو جنم دیا" (۱)۔

حضور اکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور بلندی کا اعتراف صرف آپ کے پیروکار اور متبعین ہی نہیں کرتے، بلکہ آپ کے مخالفین اور دشمنان اسلام نے بھی آپ کی عظمت و رفعت کا اعتراف کیا ہے، فرانسیسی مفکر لامرٹین Lamartine نبی

---

(۱) ماخوذ از: تہذیب وتمدن پر اسلام کے اثرات واحسانات، از: مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی، ص: ۱۲۲-۱۲۳۔

رحمت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے متعلق لکھتا ہے:۔

''وہ تمام پیمانے اور اصول جن کی مدد سے ہم کسی انسان کی عظمت کو ناپ سکتے ہیں، ان میں انسان کے عظیم تر مقاصد حیات اور اسباب و وسائل کی قلت کے باوجود حیرت انگیز نتائج کا ظہور شامل ہے، اس معیار کو سامنے رکھتے ہوئے کون ہے جو اس بات کی جرأت رکھتا ہے کہ وہ محمد (ﷺ) کی عبقری شخصیت کے مقابل کسی بھی زمانے کے دوسروں لیڈروں اور رہنماؤں کو رکھ سکے، اس میں شک نہیں کہ بہت سارے رہنماؤں نے طاقتور اور خطرناک قسم کے جنگی آلات ایجاد کئے ہیں، قوانین پاس کئے ہیں، عظیم شہنشاہیتیں اور حکومتیں قائم کیں ہیں، مگر ان کے یہ سب کارنامے بالکل سطحی قسم کے ہیں، ان کے کارنامے انقلاب زمانہ کی نذر ہوگئے، مگر محمد (ﷺ) نے صرف لشکروں اور قبیلوں کی قیادت ہی نہیں کی، صرف قوانین ہی وضع نہیں کئے، صرف حکومت ہی قائم نہیں کی، بلکہ انہوں نے لاکھوں لوگوں کے دلوں پر حکومت بھی کی، جو دنیا کا تہائی حصہ تھے، محمد (ﷺ) کا کارنامہ یہیں پر ختم نہیں ہو جاتا، ان کا کارنامہ یہ بھی ہے کہ انہوں نے تمام پرانے رسم و رواج، فکر و خیال اور باطل نظریات وعقائد کو بیخ وبن سے اکھاڑ پھینکا، ۔۔۔عظمت کے انسانی معیار اور اصول کی روشنی میں پوچھتا ہوں کہ نبی محمد سے بڑھ کر دنیائے انسانیت میں اور کون ہوسکتا ہے؟''۔(۱)

مائکل ایچ ہارٹ اپنی کتاب میں لکھتا ہے:

''تاریخ انسانی کے سو عظیم اور عبقری انسانوں میں سب سے پہلے نمبر پر میں نے محمد ﷺ کو رکھا ہے، ہوسکتا کہ میرا یہ انتخاب لوگوں کو کچھ عجیب سا محسوس ہو، لیکن حقیقت یہی ہے کہ پوری انسانی تاریخ میں وہ تنہا شخص ہیں جو دین ودنیا دونوں سطحوں پر مکمل کامیابی وکامرانی سے ہمکنار رہے ہیں''۔(۲)

حقیقت یہی ہے کہ ہماری اس آباد گیتی میں لاکھوں رہنما اور قائدین آئے اور اپنے اپنے حصہ کا کام کرکے چلے گئے، ان کی فہرست بڑی طویل ہے، ان میں مذہبی رہنما بھی شامل ہیں اور سیاسی قائدین بھی، ایسے لیڈر بھی اس میں شامل ہیں، جو خود کو عالمگیر بتاتے رہے ہیں اور وہ بھی شریک فہرست ہیں جو علاقائی کہلائے گئے، ان میں سے کوئی بھی آپ کا

---

(۱) تاریخ ترکیا،ص:۲۲۷۔ (۲)"الشخصيات المائة الأكثر تأثيراً في تاريخ الإنسانية"
Ranking of the Most Influential Persons in History

ہم پلہ نہیں، ان میں سے کسی کے بھی قد وقامت پر آپ کا لباس فٹ نہیں بیٹھتا۔

آپ ﷺ جس قوم میں مبعوث ہوئے، وہ امی قوم تھی، خود آپ کو نبی امی کے لقب سے خطاب کیا گیا، لیکن آپ ﷺ معلم انسانیت بنے اور آپ کی امی قوم نے ساری دنیا میں علم وحکمت کا چراغ روشن کیا، صدیوں تک علم وتہذیب کا علم اسی امت کے اہل عقل ودانش کے ہاتھ میں رہا، یہاں تک ایک مغربی مؤرخ نے لکھا ہے کہ ''عرب ہمارے معلم اول ہیں اور عربوں کے علوم نہ ہوتے تو یورپ کو ترقی میں مزید تین سو سال لگتے''۔آپ ﷺ کی امت کا اہم کارنامہ دین اور علم، فکر اور دین اور دنیا کے درمیان رابطہ قائم کرنا تھا اور دین اور علم اور ریاست کو کسی خاص طبقہ یا جماعت کے احتکار سے آزاد کرنا تھا، جس کی مثالیں تاریخ اسلامی میں نمایاں طور پر ملتی ہیں۔

اسلام اپنی جامع اور متوازن تعلیمات، اپنے نبی کی سیرت پاک اور اپنے پیروکاروں کے حسن عمل اور اخلاق کریمانہ سے پورے عالم میں پھیلتا چلا گیا اور اسلام کا پیغام عام ہوگیا کہ رب العالمین اور خالق ارض وسماں ہی بندگی اور اطاعت کے لائق ہے۔

اسلام نے دنیا کو ایسے اسلامی عطیات سے نوازا ہے، جن کا نوع انسانی کی رہنمائی، صلاح وفلاح اور تعمیر وترقی میں نمایاں کردار رہا ہے، اور جنہوں نے ایک زندہ ودرخشندہ دنیا کی تخلیق وتشکیل کی ہے جو کہنہ اور زوال پذیر دنیا سے کوئی مشابہت نہیں رکھتی ہے، وہ اسلامی عطیات دس ہیں:۔

۱۔صاف اور واضح عقیدۂ توحید۔

۲۔انسانی وحدت ومساوات کا تصور۔

۳۔انسانیت کے شرف اور انسانی عزت وبلندی کا اعلان۔

۴۔عورت کی حیثیت عرفی کی بحالی اور اس کے حقوق کی بازیابی۔

۵۔ناامیدی اور بدفالی کی تردید اور نفسیات انسانی میں حوصلہ مندی اور اعتماد وافتخار کی آفرینش۔

۶۔دین ودنیا کا اجتماع اور حریف وبرسر جنگ انسانی طبقات کی وحدت۔

۷۔دین وعلم کے درمیان مقدس دائمی رشتے کا قیام واستحکام اور ایک کی قسمت کو دوسرے کی قسمت سے وابستہ کردینا، علم کی تکریم وتعظیم اور اسے با مقصد، مفید اور خدارسی کا ذریعہ بنانے کی سعی محمود۔

۸۔ عقل سے دینی معاملات میں بھی کام لینے اور فائدہ اٹھانے اور انفس وآفاق میں غور وفکر کی ترغیب۔

۹۔ امت اسلامیہ کو دنیا کی نگرانی اور رہنمائی، انفرادی واجتماعی اخلاق ورجحانات کے احتساب، دنیا میں انصاف کا قیام اور شہادت حق کی ذمہ داری قبول کرنے پر آمادہ کرنا۔

۱۰۔ عالمگیر اعتقادی اور تہذیبی وحدت کا قیام۔ (۱)

آپ کی دعوت کا راز دروں یہ ہے کہ اس کے اندر آفاقیت، ابدیت، اور جامعیت پائی جاتی ہے، وہ رنگ ونسل اور ذات پات کی تنگ نائیوں میں محدود نہیں ہے، اس کا پیغام آفاقی اور سب کے لئے ہے اور وہ پوری انسانیت کے مسائل کا حل پیش کرتی ہے، ایک طرف وہ اگر ذکر وعبادت کے طریقے سکھاتی ہے، تو دوسری طرف دیگر ادیان ومذاہب کی تمام انسانی خوبیوں اور شرافتوں کے معیار کو اپنے دامن میں سمیٹنا نہیں بھولتی، وہ انبیاء کے درمیان تفریق وامتیاز کی قائل نہیں، بلکہ سب کا یکساں احترام کرنا سکھاتی ہے، وہ نسل انسانی کے لئے ایک متحدہ مرکز اور ایک پلیٹ فارم رکھتی ہے، اور اس کو ایک ایسی جمعیت میں تبدیل کرنا چاہتی ہے، جو متحد ہو اور یکساں مقاصد کی حامل ہو، پوری کائنات میں اسلام ہی وہ مذہب ہے جو دین ودنیا کے درمیان فرق وامتیاز نہیں کرتا، بلکہ حسب ضرورت جائز حدود میں رہتے ہوئے دونوں سے فائدہ اٹھانے اور دونوں کے حقوق ادا کرنے کی دعوت دیتا ہے، وہ ”مالقیصر لقیصر وما للہ للہ“ کے فلسفۂ حیات کو قبول نہیں کرتا۔

اسلام انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں پر محیط ہے، زندگی کا کوئی گوشہ اسلامی تعلیمات سے محروم نہیں، عبادت ہو، سیاست ہو، معاشیات ہو، اخلاقیات ہو، نباتات ہو، جمادات ہو، تعلیم وتعلم کا میدان ہو، غرضیکہ اسلام میں ہر ایک کے لئے رہنمائی موجود ہے، کیونکہ اسلام ابدی، جامع اور ہمہ گیر متوازن نظام حیات ہے اور یہی جامعیت اس کی کشش کا سبب ہے اور اسی جامعیت کی وجہ سے وہ اس وقت بھی سب سے زیادہ پھیلنے والا دین ہے اور اس کی یہ مقبولیت ہی اس کے مخالفین کے لئے پریشانی اور دشمنی کا سبب ہے۔

---

(۱) تہذیب وتمدن پر اسلام کے اثرات واحسانات، از: مولانا سید ابوالحسن حسنی ندوی۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

پیمبر علم وہدایت

قرآن کریم نے سرورکونین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے متعدد اوصاف ذکر کیے ہیں، کہیں آپ کو مبشر ومنذر (خوشخبری دینے والا، ڈرانے والا) کہا گیا ہے، کہیں داعی ومبلغ کہا گیا ہے، کہیں سراجاً منیراً اور کہیں معلم علم وحکمت اور مزکی اخلاق کہا گیا ہے۔ ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِداً وَمُبَشِّراً وَنَذِيراً، وَدَاعِياً إِلَى اللّٰهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجاً مُنِيراً﴾ [سورہ احزاب: ۴۵-۴۶] (اے نبی یقیناً ہم نے ہی آپ کو گواہی دینے والا، خوشخبری سنانے والا، ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، اور اللہ کے حکم سے اس کی طرف بلانے والا اور روشن سورج) ﴿يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَه وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِيْنَ﴾ [سورہ مائدہ: ٦٧] (اے رسول جو کچھ بھی آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے پہنچا دیجئے، اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اللہ کی رسالت ادا نہیں کی اور آپ کو اللہ تعالی لوگوں سے بچا لے گا، بے شک اللہ تعالی کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا) ﴿فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ [سورہ حجر: ۹۴] (غرض آپ کو جس امر کا حکم دیا گیا ہے اسے صاف سنا دیجئے اور مشرکین سے گریز کیجئے) ﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُوْلَه بِالْهُدَى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَه عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾ [سورہ صف: ۹]۔ (اللہ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تا کہ اسے اور تمام مذہب پر غالب کردے اگرچہ مشرکین ناخوش ہوں)۔

سیرت نگاروں نے حیات طیبہ کے ان روشن پہلوؤں کو خوب اجاگر کیا ہے، لیکن حیات طیبہ کے ایک اہم ترین پہلو کو بھرپور پیش نہیں کیا جاسکا، اور وہ پہلو ہے آپ کے معلم علم وحکمت ہونے کا، یہ آپ ہی کا فیض اور احسان ہے کہ پوری دنیا علم ومعرفت اور حکمت ودانائی کے نور سے منور ہے، قرآن کریم نے آپ ﷺ کی اس صفت عظیم کی طرف اشارہ کیا ہے کہ بعثت نبوی سے پہلے پوری دنیا ضلالت وگمراہی اور جہالت وناخواندگی کی گھٹاٹوپ تاریکیوں میں تھی، دنیائے انسانیت پر آپ کے دیگر عظیم احسانات کے علاوہ ایک عظیم احسان یہ بھی ہے کہ آپ دنیا کو تاریکی سے نکال کر روشنی کی طرف لائے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ﴾ [سورہ جمعہ:۲]

وہی جس نے ناخواندہ لوگوں میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے یقیناً یہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مشن کی وضاحت کی ہے، حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: اللہ نے رشد وہدایت اور علم کا جو پیغام دیکر مجھ کو مبعوث کیا ہے، اس کی مثال موسلا دھار بارش کی ہے، جو زمین کے کسی خطہ پر ہو، جہاں کے بعض حصے پانی کو قبول کرلیں اور جذب کرلیں، تو وہاں کثرت سے سبزہ اور ہریالی آجاتی ہے، اور زمین کا کچھ حصہ ایسا بھی ہوتا ہے جو پانی کو روک لیتا ہے، تو اللہ تعالی اس سے لوگوں کو نفع پہنچاتا ہے، کہ خود پیتے ہیں، اور دوسروں کو پلاتے ہیں اور کاشتکاری کرتے ہیں، اور زمین کا کچھ حصہ ایسا ہوتا ہے جو پانی کو قبول نہیں کرتا ہے اور نہ جذب کرتا ہے، اور نہ وہاں سبزہ اگتا ہے، یہی (پہلی) مثال اس شخص کی ہے جس نے اللہ کے دین میں تفقہ حاصل کیا ہے، اور اس سے فائدہ اٹھایا، اور میرے لائے ہوئے پیغام سے استفادہ کیا، لہٰذا خود بھی سیکھتا اور عمل کرتا ہے، اور دوسروں کو بھی سکھاتا ہے، اور دوسرا شخص وہ ہے جس نے میرے لائے ہوئے پیغام پر نہ کوئی توجہ کی، اور نہ

اللہ کی اس ہدایت کو قبول کیا جو میں لے کر آیا ہوں۔(۱)

ایک دوسری روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: میری مثال ایسی ہے کہ ایک شخص نے آگ روشن کی، جب آگ نے اس کے اردگرد کو روشن کر دیا، تو پروانے اور اس جگہ رہنے والے کیڑے مکوڑے اس میں گرنے لگتے ہیں، وہ ان کو آگ سے بچانے کی کوشش کرتا ہے لیکن وہ اس میں ٹوٹے پڑتے ہیں، یہی مثال میری اور تمہاری ہے، میں تم لوگوں کو آگ سے پکڑ پکڑ کر بچانے کی کوشش کر رہا ہوں اور تم ہو کہ اسی میں گرنے پر تلے ہو۔(۲)

معلم انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت امی قوم (ان پڑھ عربوں) میں ہوئی، اس کی وجہ سے صرف عربوں کو ہی امی سمجھ لیا گیا، اگر چہ عرب فطری طور پر امی تھے، ان میں لکھنے پڑھنے کا رواج نہیں تھا، لیکن بعثت محمدی کے وقت دنیا کی دیگر قوموں کا حال بھی عربوں سے مختلف نہیں تھا، تاریخ عالم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعثت محمدی کے وقت دنیا کی مختلف قوموں میں علم کا رواج بہت محدود تھا، ناخواندگی اور جہالت کا دوردورہ تھا، سب کو علم حاصل کرنے کی اجازت نہیں تھی، مخصوص طبقات یا افراد (ارباب کلیسا) کی علم پر اجارہ داری تھی، اور ان کا علم بھی محدود تھا، مغربی قومیں جہالت و ناخواندگی کا شکار اور خونی جنگوں سے چور چور تھیں، وہ جنگ و جہالت کی پیدا کی ہوئی تاریکی میں ہاتھ پاؤں مار رہی تھیں، ان ممالک میں اب تک علم و تمدن کی صبح نمودار نہیں ہوئی تھی، اسلامی اور عربی اندلس (اسپین) اس وقت تک منصۂ شہود پر نہیں آیا تھا کہ علم و تمدن سے روشناس کرائے، غرض ہر طرح یہ قومیں تمدن انسانی کے قافلہ سے الگ تھلگ تھیں، اور ایک دوسرے سے بے خبر تھیں دنیا تقریباً ان سے ناآشنا تھی، خود مغربی مؤرخین نے اس کا اعتراف کیا ہے۔

یورپ مسلمانوں کو جاہل و ناخواندہ قوم ہونے کا طعنہ دیتا ہے اور اس کی ذمہ داری اسلام پر ڈالتا ہے، حالانکہ یہ وہی یورپ ہے جس نے مسیحیت کی ماتحتی میں ہزار سالہ مدت ایک ان پڑھ قوم کی حیثیت سے بسر کی ہے، جس میں یورپ کے بڑے بڑے لیڈر ان پڑھ

---

(۱) بخاری۔ (۲) بخاری و مسلم۔

اور جاہل تھے، لاویس رامبو (LavisseEt rambaud) اپنی کتاب ''تاریخ عام'' (Histoire generale) میں کہتا ہے:۔

''انگلینڈ ساتویں صدی عیسوی سے لیکر دسویں صدی عیسوی تک انتہائی غریب اور پسماندہ تھا، خارجی دنیا سے بالکل کٹا ہوا تھا، وحشت و بربریت اور درندگی کا دور دورہ تھا، مکانات کچی مٹی کے بنائے جاتے تھے، مہلک امراض اور وبائیں عام تھیں، انسان جانوروں سے بھی گیا گزرا تھا، سردار قوم بھی اپنی پوری فیملی کے ساتھ ایک چھوٹے جھونپڑے میں رہتا تھا۔

پورا یورپ اس وقت گھنے جنگلات پر مشتمل تھا، زراعت و کاشتکاری نہ ہونے کے برابر تھی، خانہ جنگی، قتل وغارتگری اور لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم تھا، پیرس اور ولندرا میں مکانات گھاس پوس کے ہوتے تھے، جن میں نہ کھڑکیاں ہوتیں اور نہ کمرے، بستر اور چٹائی کا وجود نہ تھا۔

مرد، خواتین اور بچے غرض پوری فیملی ایک چھوٹے اور تنگ و تاریک کمرہ میں رات گزارتی تھی، اور اسی میں پالتو جانورں کو بھی ٹھہراتے تھے، وہاں نہ سڑکیں تھیں، نہ نالیاں اور نہ ہی چراغ اور نہ روشنی کا کوئی سامان''۔

مؤرخ ڈریپر (Draper John william) کہتا ہے:۔

''یورپ میں جہالت کا دور دورہ تھا، اوہام وخرافات کی حکمرانی تھی، علاج ومعالجہ سب مقدس مقامات کی زیارت پر منحصر رہ گیا تھا، فن طب مردہ ہو چکا تھا، جوگیوں اور شعبدہ بازوں کی دکانیں چمک اٹھی تھیں''۔(۱)

رابرٹ بریفالٹ (Robert Briffault) لکھتا ہے:۔

''پانچویں صدی سے لے کر دسویں صدی تک یورپ پر گہری تاریکی چھائی ہوئی تھی، اور یہ تاریکی تدریجاً زیادہ گہری اور بھیانک ہوتی جارہی تھی، اس دور کی وحشت و بربریت زمانۂ قدیم کی وحشت و بربریت سے کئی درجہ زیادہ بڑھی چڑھی تھی، کیونکہ اس کی مثال ایک بڑے تمدن کی لاش کی سی تھی، جو سڑ گئی ہو، اس تمدن کے نشانات مٹ رہے تھے، اور اس پر زوال کی مہر لگ چکی تھی، وہ ممالک جہاں یہ تمدن برگ وبار لایا، اور گزشتہ زمانہ میں اپنی انتہائی ترقی کو پہنچ گیا تھا

(۱) الاسلام والحضارة العربية، از: ڈاکٹر کرد علی، ص: ۱۹۶۔

جیسے اٹلی، فرانس، وہاں تباہی، طوائف الملو کی اور ویرانی کا دور دورہ تھا"۔

یورپ میں ناخواندگی اور جہالت کی یہ گھٹا ٹوپ تاریکی دسویں صدی عیسوی تک قائم رہی، مسلمانوں سے استفادہ کے بعد ہی ان میں علم وتمدن کا رواج ہوا۔ دسویں صدی عیسوی میں یورپ میں ارباب کلیسا اور اصحاب علم کے درمیان شدید کشمکش جاری تھی، سیکڑوں اہل علم کو کلیسا کے معاندانہ رویہ کی وجہ سے تختہ دار پر چڑھا دیا گیا، اٹلی، فرانس، اسپین، اور جرمنی میں عقائد وتعلیم کی چھان بین کے لئے تحقیقی عدالتیں (courts of Inquisition) قائم کی گئیں، اور ارباب علم ودانش کو کفر والحاد کے الزام میں گرفتار کر کے سفاکانہ سزائیں دی گئیں، ایک محتاط اندازہ کے مطابق جو لوگ ان عدالتوں کی بھینٹ چڑھے ان کی تعداد لاکھوں تک پہونچتی ہے۔ جن میں بتیس ہزار کو زندہ جلا دیا گیا۔

ڈریپر نے لکھا ہے:

"فرانسیسی سلوسٹر دوم Sylvestre (۱۰۰۳-۹۳۰ء) جو یورپ کے کسی شہر میں ایک کلیسا میں تھا ایک مرتبہ اندلس (اسپین) گیا اور اشبیلیہ اور قرطبہ میں قیام کیا اور عرب علماء وحکماء سے حساب اور سائنس کا علم حاصل کیا، جب وہ سائنس اور دیگر علوم سیکھ کر وطن واپس آیا تو لوگوں نے اس کو ساحر خیال کیا، اور بعض حکمرانوں نے اس کو اپنے بچوں کا اتالیق مقرر کیا، اور مختلف عہدوں اور مناصب عالیہ سے گزر کر پوپ کے منصب پر فائز ہوا، لیکن جب قدامت پرستوں کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے اس کو اور اسکے حامی بادشاہ کو قتل کر دیا، محکمہ احتساب سائنس (انکویزیشن) کی قربان گاہ پر قرون وسطی میں پاپاؤں کے ہاتھ بیسیوں محققین سائنس، علمی انکشافات وایجادات کے گناہ میں نذر چڑھ گئے، پادری سمجھتے تھے کہ زمین کا گول کہنا بھی مذہب کی تردید ہے، مشہور سائنس داں گلیلو (Galilio) کو اس بنا پر موت کی سزا دی گئی کہ وہ آفتاب کے گرد زمین کے گھومنے کا قائل تھا، کوپرنیک (Copernic) نے حرکت ارض ومرکزیت شمس کے اثبات یا نظام فیساغورس کی تائید کی، تو اس کو قید کی سزا ملی اور قید ہی میں مر گیا، برونو (Brunoe) اس جرم میں جلا دیا گیا کہ "تعدد عوالم" کا قائل تھا"۔

یہ تھا حال بعثت محمدی کے وقت آج کی متمدن دنیا کا، جو صدیوں تک جہالت وناخواندگی کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مارتی رہی، نبی امی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد علم کی روشنی پھیلنی شروع ہوئی، اسی نبی امی نے علم کوایسا عزووقار اور علماء کی ایسی قدر ومنزلت بڑھائی کہ کہیں اوراس کی کوئی نظیر نہیں ملتی، حصول علم پر نبی امی نے بڑا زور دیا ہے اوراس کی بار بار تاکید فرمائی ہے، اور خود قرآن کریم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ترقی علم کی تلقین کی ہے ﴿وقل رب زدني علماً﴾ [سورہ طہ:۱۱۴] (آپ کہیئے کہ اے میرے رب بڑھادے میرے علم کو) رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں میں اضافہ علم کی بھی دعا تھی، "اللهم إني أسئلك علماً نافعا، ورزقاً طيباً، وعملاً متقبلا " (اے اللہ! میں تجھ سے علم نافع، پاکیزہ رزق اور قبول ہونے والے عمل کا طلب گار ہوں)۔

نبی امی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی پہلی وحی کا آغاز لفظ اقرأ (پڑھ) اور علم سے ہوا:

﴿اقرأ بـاسم ربك الذي خلق، خلق الإنسـان من علق، اقرأ و ربك الأكرم الـذي علم بالقلم، علم الإنسان ما لم يعلم﴾ [سوره اقرأ: ۱ ـ ۵]

پڑھیئے اپنے رب کے نام سے جس نے کائنات کو پیدا کیا، جس نے آدمی کو گوشت کے لوتھڑے سے پیدا کیا، پڑھیئے آپ کا رب بہت کریم ہے، وہ جس نے انسان کو قلم کے ذریعہ علم سکھایا، وہ جس نے انسان کو وہ باتیں سکھائیں جو اسے معلوم نہ تھیں۔

اس وحی میں قلم کو علم کا عظیم وسیلہ قرار دیا گیا، جس سے علم کا تاریخی سفر وابستہ ہے، اور جس سے تصنیف وتالیف کی عالمگیر تحریک جاری ہوئی، اور علم ایک فرد سے دوسرے فرد، ایک قوم سے دوسری قوم، ایک زمانہ سے دوسرے زمانہ اور ایک نسل سے دوسری نسل تک پہنچتا رہا، دنیا میں علم کی اشاعت اور انسانی ضرورت کے مطابق اس کی عمومیت (پھیلاؤ) کا فخر اسی کو حاصل ہے، اوراس کی گردش وجنبش سے مدارس وجامعات اور علمی اداروں اور کتب خانوں کی دنیا آباد ہے۔

آپ کو معلم ومزکی کہا گیا ﴿هو الذي بعث في الأميين رسولاً منهم يتلو عليهم آياته، ويزكيهم، ويعلمهم الكتاب والحكمة، وإن كانوا من قبل لفي ضلال مبين ﴾ [سورہ جمعہ:۲] (وہی تو ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں انہی میں سے ایک پیمبر بھیجا، جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے، اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی باتیں سکھاتا ہے دراں حالیکہ یہ لوگ پہلے سے کھلی ہوئی گمراہی میں تھے)۔

حدیث شریف میں وارد ہے: "أدبني ربي فأحسن تأديبي "ایک دوسری روایت میں ہے: "بعثت متمماً لمكارم الأخلاق "مجھے مکارم اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہے، آپ کے نمایاں اوصاف میں معلم علم، ناشر علم، اور مزکی ہے، یہ ایک حسین امتزاج ہے، جو انسان کا معیار زندگی بلند کرتا ہے، اور دیگر انسانوں کے ساتھ حسن سلوک اور مثالی زندگی کی تعمیر میں مدو معاون ہوتا ہے۔

تعلیم وتعلم اور لکھنے پڑھنے کا آغاز بعثت محمدی سے ہوا، اس سے پہلے ادیان ومذاہب میں کسب علم اور تعلیم پر پابندیاں عائد تھیں، بلکہ فکر وتدبر اور کتاب مقدس کے علاوہ دیگر کتابوں پر پابندی تھی، اسلام نے تعلیم وتعلم کے دروازے کھولے، جیسا کی پہلی وحی سے معلوم ہوتا ہے، جس میں علم کے بعد اس کے وسیلہ قلم کا تذکرہ ہے، قرآن کریم میں جگہ جگہ تفکر، تدبر، شعور وآگہی، علم، عقل، فقہ، تفقہ اور تدبر فی خلق اللہ کے الفاظ آئے ہیں، لہذا اسلام نے ایک نئے عہد کا آغاز کیا، انسانیت کو تاریکی سے نکال کر روشنی کی طرف لایا، اور مذہبی پیشواؤں کے ظلم وزیادتی سے نکال کر جنہوں نے تعلیم وتعلم سے لوگوں کو محروم کر رکھا تھا، اور ارباب علم کو تختۂ دار پر چڑھا دیا تھا، حصول علم کی آزادی عطا کی۔

اسلام نے پہلا مدرسہ ہجرت سے پہلے دار الارقم میں کھولا، اور پھر ہجرت کے بعد مدینہ میں مسجد نبوی میں قائم کیا، غزوہ بدر میں قریش کے جو افراد گرفتار کئے گئے، ان کا زر فدیہ تعلیم مقرر ہوا کہ وہ مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھائیں، عہد نبوی کے بعد خلفاء اور مسلم سلاطین وامراء نے اس روش کو باقی رکھا، جگہ جگہ مساجد کے ساتھ ساتھ مدارس قائم کئے، لہذا نماز سے فراغت کے بعد مسجدیں مدرسوں میں تبدیل ہو جاتیں، اسلام کی اولین دانش

گاہوں میں جامع قرویین، جامع عمرو بن العاص، جامع زیتونہ ہیں، اس کے بعد قاہرہ میں جامع ازہر اور اس کے بعد بغداد میں مدرسہ نظامیہ قائم کئے گئے، ان کے علاوہ اسلامی مملکت کے مختلف حصوں میں مسلم حکام اور اہل ثروت کی سرپرستی میں مدارس اور علمی و تعلیمی ادارے قائم تھے، جہاں تشنگان علم دور دراز کا سفر طے کر کے آتے اور کسب علم کرتے، اسلامی تاریخ میں سیکڑوں مثالیں ملتی ہیں کہ مسلم علماء نے کسب علم کے لئے کیسی کیسی مشقتیں اور صعوبتیں برداشت کیں، مسلم حکام اور سلاطین نے علماء اور تشنگان علم کی ہمت افزائی کی، مسلمانوں نے ہر دور میں اور ہر جگہ کسب علم اور اشاعت علم کے میدان میں ایسے عظیم الشان کارنامے انجام دئے جن کی کسی اور قوم و مذہب میں مثال نہیں ملتی، میدانِ تعلیم و تعلم میں مسلم علماء کے صبر و تحمل، عرق ریزی، جفاکشی، جانفشانی اور قربانیوں کی مثالیں سیر و سوانح اور تاریخ علوم و فنون میں جا بجا دیکھی جا سکتی ہیں، جن سے مسلمانوں کے علمی ذوق و شوق اور طلب علم کا اندازہ ہوتا ہے، یہ سب نبی امی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا فیض و نتیجہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس سے کسی چیز کے علم کا سوال کیا گیا اور اس نے چھپالیا بتایا نہیں، تو ایسے شخص کو قیامت کے دن اللہ تعالی آگ کی لگام پہنائے گا۔(۱)

حضرت ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک فقیہ ایک ہزار عابد سے زیادہ شیطان پر بھاری پڑتا ہے۔(۲)

کثیر بن قیس کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں ابو درداء رضی اللہ عنہ کے ساتھ دمشق کی ایک مسجد میں بیٹھا تھا، اتنے میں ایک شخص آیا اور کہا: اے ابو درداء! میں ایک حدیث شریف کے سلسلہ میں تمہارے پاس آیا ہوں، میری اور کوئی ضرورت نہیں ہے، مجھے معلوم ہوا کہ وہ حدیث آپ نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے، ابو درداء نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: جو علم کی تلاش و جستجو اور طلب میں کوئی راستہ طے کرتا ہے، تو اللہ تعالی اسے ایک منزل جنت سے قریب کر دیتا ہے، طالب علم کے لئے فرشتے اپنے

---

(۱) ترمذی۔ (۲) ابن ماجہ۔

پر بچھا دیتے ہیں، عالم کے لئے اہل آسمان، اہل زمین حتی کہ پانی کے اندر مچھلیاں مغفرت ورحمت کی دعائیں کرتی ہیں، عالم عابد کے مقابلہ میں وہی حیثیت رکھتا ہے جو چودہویں کے چاند کو دیگر تاروں پر حاصل ہے، علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء کرام نے دینار ودرہم نہیں بلکہ یہ علم ہی میراث میں چھوڑا ہے تو جس نے اسے حاصل کیا اس نے بڑا حصہ پایا۔(۱)

ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ سے دو شخصوں عالم اور ایک عابد کا تذکرہ کیا گیا، آپ نے ارشاد فرمایا: عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسی میری فضیلت تم میں سے ادنی انسان پر ہے۔(۲)۔

انس بن ملک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی للہ علیہ وسلم نے فرمایا: علم حاصل کرو خواہ چین کا سفر کرنا پڑے، کیونکہ علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر ضروری ہے۔(۳)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حسد صرف دو شخصوں پر جائز ہے، ایک وہ شخص ہے جسے اللہ تعالی نے مال عطا کیا ہو اور اس نے اسے حق کے راستہ میں خرچ کیا، دوسرا وہ شخص جسے اللہ تعالی نے علم وحکمت سے نوازا ہو، اس نے خود بھی اس پر عمل کیا اور دوسروں کو سکھایا بھی۔(۴)

حضرت عبدللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مؤمن عالم کو عابد پر ستر گنا فضیلت حاصل ہے۔(۵)۔

علم کی اس قدر افزائی اور ترغیب کے نتیجہ میں مسلمانوں میں ایسا علمی نشاط بلکہ ایک ایسا جوش وجذبہ اور علم کے لئے فدائیت وفنائیت کا ولولہ پیدا ہو گیا جس کے نتیجہ میں عالمی اور ابدی علمی تحریک نے سب سے بڑی زمانی اور مکانی مسافت طے کی، اور اس کی معنوی مسافت تو ان دونوں سے بڑھی ہوئی ہے، یہ علمائے اسلام ہی کا فیض ہے کہ آج دنیا کے بڑے بڑے مکتبات اور کتب خانے آباد ہیں، مسلم علماء، فلاسفہ اور حکمائے اسلام نے جو نادر اور بیش بہا علمی خزانے چھوڑے ہیں ان سے آج بھی طالبان علوم ایک ہزار سال گزر جانے کے باوجود اپنے ذہن ودماغ کی آبیاری کر رہے ہیں، اور یہ بھی مسلمانوں کی

---

(۱) جامع ترمذی۔ (۲) ترمذی۔ (۳) ابن عبدالبر۔ (۴) ابن عبدالبر۔ (۵) ابن عبدالبر۔

ہی علمی قدردانی کا فیض ہے کہ شہر تو در کنار قریہ قریہ اور گاؤں گاؤں لائبریریاں قائم ہیں۔

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی لکھتے ہیں:۔

''اس کے نتیجہ میں وہ فکری سرگرمی سامنے آئی جس نے علوم وصنائع اور تہذیب انسانی کو متاثر کیا، اور اس کا اثر ساری دنیا پر پڑا، گویا ایک ایسا وسیع دریچہ اور روشندان کھل گیا جس سے روشنی اور تازہ ہوا آنے لگی، اور اسلام نے گویا اس قفل کو توڑ یا کھول دیا جسے آزادی اور فکر سلیم کے دشمنوں اور قدیم مذاہب کے غلط نمائندوں نے عقل انسانی پر ڈال رکھا تھا، اور دنیا اپنی اس گہری نیند سے بیدار ہوگئی جو اس پر ہزاروں سال سے طاری تھی، اس نے اس نیند سے اپنی آنکھیں پونچھ کر اپنی فوت شدہ ترقی کی بازیافت اور راستہ کی مشکلات سے نمٹنے کے لئے تیزی سے آگے بڑھنا شروع کیا، اس عالمی تاثر اور متنوع تحریک کے بارے میں ایک بڑا فرانسیسی عالم (Jolivet Castelot) اپنی کتاب ''قانون تاریخ''(Laloi L,Historie) میں لکھتا ہے:۔

''وفات نبوی کے بعد عربوں نے بڑی تیز رفتار ترقی کی، اور اشاعت اسلام کے لئے وقت بھی سازگار تھا، اسی کے ساتھ اسلامی تہذیب نے بھی حیرت انگیز ترقی کی، اور فتوحات کے جلو میں وہ ہر جگہ فروغ پانے لگی، اور اس طرح عرب چند صدیوں تک اپنے ہاتھوں میں عقل کی مشعل اٹھائے رہے اور ان تمام علوم کی نمائندگی کی جس کا تعلق فلسفہ، فلکیات، کیمیا، طب، اور روحانی علوم سے تھا، اس طرح وہ صرف عرفی معنوں ہی میں فکری رہنما اور موجد ومخترع نہیں، بلکہ اپنی علمی خدمات کے نتیجہ میں جنہیں انہوں نے بڑی عالی دماغی سے انجام دیا، وہ اس کے بجا طور پر مستحق تھے''۔(۱)۔

ایک مغربی مؤرخ لکھتا ہے:۔

''گیارہویں صدی عیسوی میں جس وقت مغرب کے بڑے بڑے روساء اور جاگیرداروں کو اپنی جہالت اور ناخواندگی پر فخر وناز تھا، اس وقت اسپین میں مسلمانوں کے قرطبہ میں ایک عظیم کتب خانہ تھا، جس میں صرف ہاتھ کی لکھی ہوئی ساٹھ ہزار کتابیں تھیں''۔

---

(۱) تہذیب وتمدن پر اسلام کے اثرات واحسانات، از: مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی، ص:۱۱۵۔

رینہ مارسیال (Rene Mrtial) اور لاویس لکھتے ہیں:۔

''بارہویں صدی عیسوی میں فرانس، جرمنی اور اٹلی میں ایک کتاب بھی ملنی مشکل تھی، جبکہ دوسری طرف صرف اندلس (اسپین) میں مسلمانوں کے پاس ستر ۷۰ کتب خانے تھے جن میں بڑی قیمتی اور نادر کتابیں تھیں''۔

ایک انگریز مؤرخ کہتا ہے:۔

''اسلامی اندلس میں اس وقت گھر گھر علم کا چرچا تھا جب کہ مسیحی دنیا میں بجز چند افراد کے کوئی لکھنا پڑھنا نہ جانتا تھا''۔

میکسم پٹی (Maxime Petit) اپنی کتاب ''تاریخ عام'' میں لکھتا ہے:۔

''پرانی دنیا گیارہویں صدی عیسوی میں دو حصوں میں منقسم تھی، مغرب اور مشرق، مغرب چھوٹے چھوٹے بے حیثیت شہروں پر مشتمل تھا جہاں کسانوں کی جھونپڑیاں اور بے ھنگم گھر تھے، قلعوں کی تعمیر میں کسی فنی اصول کی رعایت ملحوظ نہ رکھی گئی تھی، وہاں قتل و غارت گری کا بازار گرم تھا، رہزنی و قزاقی کے خوف سے دس قدم بھی چلنا دوبھر تھا، دوسری طرف مشرق میں قسطنطنیہ، قاہرہ، دمشق و بغداد کے سے عظیم الشان آباد و پر رونق شہر تھے، جو اپنے حسن و دلکشی اور جاذبیت و دلبرائی میں الف لیلائی دنیا کے شہر معلوم ہوتے، یہاں قیمتی پتھروں اور سنگ مرمر کے مکانات تھے، مساجد و مراکز، مدارس و خانقاہوں کی کثرت تھی، بڑے بڑے پُر رونق بازار تھے، جگہ جگہ وسیع اور سایہ دار باغات کا انتظام تھا، نظام آب پاشی تھا، جس کی وجہ سے کھیتیاں اور باغات سرسبز و شاداب تھے، تجارت شباب پر تھی، تاجر نہایت اطمینان کے ساتھ اسپین سے ایران تک کا سفر کرتے تھے''۔

ڈوزی (dozy) لکھتا ہے:۔

''یورپ میں لوگ جہالت کی تاریکی میں سرگرداں تھے، انہیں کہیں روشنی نظر نہیں آرہی تھی، روشنی تو صرف مسلمانوں کی طرف سے آرہی تھی، علوم وفنون، ادبیات، فلسفہ، حرفت وصنعت اور زندگی کے دیگر میدانوں میں امت اسلامیہ رہبری کررہی تھی، بغداد، سمرقند، بصرہ، دمشق، قیروان، مصر، ایران، غرناطہ اور قرطبہ علم و معرفت کے عظیم مراکز تھے، مملکت اسلامیہ میں

چھوٹے چھوٹے مدرسے اور مسجدیں بھی بڑے بڑے کتب خانوں سے معمور تھیں جہاں ہر شخص کو پڑھنے کی اجازت تھی، جبکہ یورپ کے مرکزی شہر دیہاتوں کی طرح تھے جہاں نہ تو علم تھا اور نہ آبادی، یورپ مادی، ادبی، تہذیبی اور علمی ہر اعتبار سے بڑا پسماندہ تھا"۔(۱)۔

جرمن مستشرقہ ڈاکٹر زیگریڈ ہونکہ اپنی کتاب "شمس الاسلام تطلع علی الغرب" (مغرب پر اسلام کا سورج طلوع ہو رہا ہے) میں رقمطراز ہیں:۔

"چھ صدیاں پہلے پورے یورپ میں صرف پیرس کے میڈیکل کالج میں ایک چھوٹی لائبریری تھی جس میں صرف ایک کتاب تھی اور وہ بھی ایک عرب مصنف کی، یہ بڑی قیمتی اور پراز معلومات تھی، اس وقت کے سارے نصرانیوں کے بادشاہ لوئس یازدہم نے ایک مرتبہ اس کتاب کو عاریۃً لینا چاہا تو اسے بھی بطور ضمانت ایک خطیر رقم جمع کرنا پڑی، لوئس کا مقصد یہ تھا کہ اس کے پرائیوٹ معالجین اس کتاب کی ایک نقل تیار کرلیں تا کہ جب بھی بادشاہ سلامت کو عارضہ اور کوئی بیماری لاحق ہو تو اس کی طرف رجوع کیا جاسکے، یہ کتاب کیا ہے، ایک عظیم انسائیکلو پیڈیا ہے، اس میں ۹۲۱ء تک کے تمام قدیم یونانی طبی علوم جمع کر دیئے گئے ہیں"۔

مزید لکھتی ہیں:۔

"رازی نے میڈیکل سائنس اور طبابت کے موضوع پر جو ضخیم اور عظیم کتاب تصنیف کی ہے وہ یورپ میں (۱۴۹۸-۱۸۶۶ء) چالیس مرتبہ طبع ہوئی، اس میں نقرس، پتھری، مثانہ، گردے اور بچوں کے امراض کے متعلق بحث کی گئی ہے، اور یہ اپنے موضوع پر حجت اور مرجع کی حیثیت رکھتی ہے"۔

آگے لکھتی ہیں:۔

"اگر ہم یہ کہیں تو اس میں کوئی تعجب اور حیرت کی بات نہیں کہ یورپ نے تقریباً تین سو سال تک صرف اور صرف عربوں کی ہی تصنیفات اور تحقیقات پر کلی اعتماد کیا ہے"۔

یہ حقیقت ہے کہ یورپ نے عربوں ہی کی علمی وفنی تحقیقات وتخلیقات اور ان ہی

---

(۱) تاریخ المسلمین فی اسبانیا، از: ڈوزی۔

کی بنیادی تصنیفات سے خوشہ چینی کی، اور مسلمانوں ہی کے بتائے اور بنائے ہوئے اصول ومبادی پر اپنے تمدن وتہذیب کے محل تعمیر کئے ہیں، ایک مغربی مفکر کہتا ہے: ''عرب ہی فلکیات، سائنس، کیمیا اور طبی علوم میں ہمارے استاد اول ہیں''۔

مغرب نے گیارہویں صدی میں طلیطلہ، قرطبہ اور غرناطہ میں قائم اسلامی دانشگاہوں سے کسب فیض کیا اور پھر مسلمانوں کے قائم کئے ہوئے علمی مراکز کے طرز پر اپنے یہاں ادارے قائم کئے، برن لکھتا ہے:۔

''یورپ میں سب سے پرانی یا سب سے پہلی یونیورسٹی گیارہویں صدی عیسوی میں قائم ہوئی، اس کے بعد گیارہویں اور چودہویں صدی کے درمیان یورپ میں بہت سی یونیورسٹیاں قام کی گئیں، جرمنی میں پہلی یونیورسٹی چودہویں صدی میں قائم ہوئی، جبکہ برطانیہ میں آکسفورڈ اور کیمبرج یونیورسٹیاں تیرہویں صدی عیسوی میں قائم ہوئیں''۔

گوستاف لیبان (Gustave Le Bon) لکھتے ہیں:۔

''۱۱۳۰ء میں پادریوں کے سربراہ ریموندلل کی نگرانی میں دار الترجمہ قائم ہوا، جس نے مشہور عرب مصنفین کی تصنیفات لاطینی زبان میں منتقل کی، اس کے بعد عربی سے لاطینی اور یورپ کی دیگر زبانوں میں ترجمے شروع ہوئے، اس طرح یورپ ایک نئی دنیا سے روشناس ہوا، لاطینی زبان میں صرف رازی، ابو القاسم اور ابن رشد ہی کی تصنیفات ترجمہ نہیں ہوئیں، بلکہ یونانی حکماء اور فلاسفہ مثال کے طور پر جالینوس، بقراط، افلاطون، ارسطو، اور بطلیموس کی وہ کتابیں بھی لاطینی زبان میں منتقل ہوئیں، جن کو مسلمانوں نے اپنی عربی زبان میں منتقل کیا تھا، ایک انگریز مؤرخ کے مطابق مغرب نے صرف طب میں ۳۰۰ کتابیں عربی سے لاطینی زبان میں منتقل کیں۔

تیرہویں صدی میں اٹلی میں ان تعلیم یافتہ افراد کی بڑی تعداد جمع ہوگئی تھی جنھوں نے اندلس میں عربی اور اسلامی تہذیب وتمدن سے واقفیت حاصل کی تھی، چنانچہ اس طرح عربی زبان کی مدد سے یورپ ارسطو اور اس کی تصنیفات سے واقف ہوا، اور یہ واقفیت عربی زبان میں کئے گئے ترجموں کی مدد سے ہوئی، یہ عربی ترجمے اور عربی کتابیں طویل عرصہ تک یورپ کے ان

کالجوں اور دانشگاہوں میں شامل نصاب رہیں جو عربی مدارس کے طرز پر قائم کیے گئے تھے''۔

دنیا میں علم کی نشر واشاعت اور قافلہ علم کی رفتار وترقی ان مسلمانوں کی رہین منت ہے جنہوں نے دنیا پر ایک ہزار سال سے زیادہ حکمرانی کی، مسلمانوں کے بڑے شہر: قاہرہ، بغداد، قرطبہ، اصفہان، قزوین، تبریز، سمرقند اور بخاری علم ومعرفت کے گہوارے اور عالمی تہذیب وتمدن کے سرچشمے تھے، اگر کلیسا کی طرح اسلام کا بھی رویہ علم کے تعلق سے معاندانہ ہوتا تو قافلۂ علم اسی حالت میں ہوتا جس میں وہ ساتویں صدی عیسوی میں تھا، جہاں کتب خانے مقفل تھے، کتابیں ناپید اور مدفون تھیں، غور وفکر اور تدبر پر پابندیاں عائد تھیں، بعض انصاف پسند مغربی فضلاء اور مستشرقین نے انسانیت پر بعثت محمدی کے اثرات واحسانات کا اعتراف کیا ہے اور حقیقت ہے کہ آج دنیا میں جو بھی روشنی علم وہنر ہے وہ سب بعثت محمدی کا فضل واحسان ہے۔ انسانی تہذیب کے ہر مرحلہ اور میدان میں اسلام کے بے پایاں اور دوررس اثرات کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔

مسیو لیٹری لکھتے ہیں:۔

''اگر تاریخ میں عرب منصۂ شہود پر نمودار نہ ہوتے تو علوم وفنون اور تہذیب وتمدن میں یورپ کی بیداری کئی صدی اور مؤخر ہوجاتی''۔

رینان (Renan) کہتا ہے:۔

''البرٹ کبیر ہر چیز میں ابن سینا کا رہین منت ہے، اور سانتوما اپنے تمام فلسفہ میں ابن رشد کا خوشہ چیں ہے''۔

''یورپ کا بابائے سائنس روجر بیکن بھی عربوں کا شاگرد تھا، اور وہ خود اپنے شاگردوں کو تلقین کیا کرتا تھا کہ اگر صحیح علم حاصل کرنا ہے تو عربی پڑھنا سیکھو''۔

گوسٹاف لیبان لکھتا ہے:۔

''عربوں ہی نے یورپ کو علم ومعرفت اور تہذیب وتمدن کی دنیا سے متعارف کرایا، عرب ہمارے محسن تھے، اور چھ صدیوں تک ہمارے پیشوا اور مقتدا رہے''۔

گوسٹاف لیبان مزید لکھتا ہے:۔

''عربوں کے یورپ پر بڑے عظیم احسانات ہیں، عربوں نے پورے یورپ پر دوررس، دیرپا اور گہرے اثرات ونقوش چھوڑے ہیں، یورپ کی تہذیب وتمدن اور ترقی کے اصل معمار عرب ہی ہیں، عربوں کے اثرات واحسانات کا صحیح اندازہ اسی وقت لگایا جاسکتا ہے جبکہ یورپ کا وہ تاریک دور نظروں کے سامنے ہو جس میں بیداری شروع ہوئی، جب ہم نویں اور دسویں صدی عیسوی پر نظر ڈالتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ ایک طرف اسپین میں اسلامی تہذیب بام عروج پر تھی، تو دوسری طرف مغرب میں علمی مراکز چند برجوں سے عبارت تھے، جن میں ان پڑھ اور غیر مہذب حکمراں رہتے تھے، جنہیں اپنے ناخواندہ ہونے پر فخر تھا، اور یورپ میں تعلیم یافتہ طبقہ جاہل اور نادار راہبوں پر مشتمل تھا''۔(۱)

رابرٹ بریفالٹ (Robert Briffault) اپنی کتاب (The Making of Humanity) میں لکھتا ہے:۔

''یورپ کی ترقی کا کوئی ایسا پہلو نہیں، جس پر اسلامی تمدن کا احسان اور اس کے نمایاں آثار کی گہری چھاپ نہ ہو''۔

آگے چل کر لکھتا ہے:۔''صرف طبعی علوم ہی (جن میں عربوں کا احسان مسلّم ہے) یورپ میں زندگی پیدا کرنے کے ذمہ دار نہیں ہیں، بلکہ اسلامی تمدن نے یورپ کی زندگی پر بہت عظیم الشان اور مختلف النوع اثرات ڈالے ہیں اور اس کی ابتداء اسی وقت سے ہو جاتی ہے، جب اسلامی تہذیب وتمدن کی پہلی کرنیں یورپ پر پڑنی شروع ہوتی ہیں''۔

آج مغرب کے ارباب علم مسلمانوں کو جہالت کا طعنہ دے رہے ہیں، یہ جہالت اگر ہے تو ان کی ظالمانہ سیاست کا نتیجہ، جس پر یورپی سامراجیوں نے ایک صدی یا دو صدی کی حکمرانی کے درمیان عمل کیا، حقیقت یہ ہے کہ مغربی طاقتوں نے ہی مسلمانوں کے ملکوں میں ایسے حالات پیدا کیے جن سے علم وترقی کی راہوں میں رکاوٹیں پیدا ہوئیں، انہوں اپنے سامراجی عہد میں حصول علم کے راستے میں روڑے اٹکائے، اور جہاں تک ممکن ہوسکا مغلوب اور مظلوم قوموں کو اپنے سامراجی مفادات کی خاطر کسب علم سے دور رکھا، خود اپنی

---

(۱) حضارۃ العرب، ص:۵۶۴۔

جہالت اور ناخواندگی کے تاریک دور پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں، مغربی دانشور یونانیوں کو سرچشمۂ علوم بتارہے ہیں، لیکن یہ نہیں بتاتے کہ ان کی تصنیفات چھ سو سال تک اسکندریہ، ایتھنز اور قسطنطنیہ کی بوسیدہ عمارتوں میں مقفل پڑی رہیں، اور بالآخران کو طاق نسیاں سے مسلمانوں ہی نے نکالا، ان کے عربی ترجمے کئے، یہی ترجمے یورپ کی نشأۃ ثانیہ میں اہل یورپ تک پہونچے اوران کے لئے مشعل راہ بنے، آج اس بات کی بھرپور کوشش ہورہی ہے کہ بیداری سے پہلے اسلامی سرچشموں سے یورپ کے استفادہ اور کسب فیض کو چھپایا جائے، یہ روش تاریخ سے ناواقفیت یا حقیقت سے چشم پوشی پر مبنی ہے، جبکہ بعض انصاف پسند مغربی فضلاء اس میدان میں مسلمانوں کے احسان اور فضل کا اعتراف کرتے ہیں۔

نعت گوئی

ذات نبوی سے عشق ومحبت، تمناؤں کے مرکز شہر مدینہ کی زیارت، اور دلوں کی دھڑکن گنبد خضراء کے دیدار کے آرزومند، بیتاب وبیقرار دلوں کے احساسات وجذبات کے اظہار کا ایک نہایت مؤثر ذریعہ ہے،نعت گوئی عہد رسول ہی سے شروع ہوگئی تھی، اور شاعر رسول حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے قصائد اور کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کا ''قصیدہ بردہ'' جو ان کی نجات اور حیات کا ذریعہ بنا اور عربی ادب میں اس کو امتیازی حیثیت حاصل ہوئی، اپنی ادبی افادیت اور مقبولیت کی وجہ سے ہمیشہ عربی زبان وادب کا ایک شاہکار سمجھا جاتا رہا ہے،اور عربی زبان وادب کے نصاب میں اس کو خاص اہمیت حاصل رہی ہے اور ہمیشہ رہے گی۔

ان قصائد کے علاوہ عہد نبوی میں خلفاء راشدین اور دیگر صحابۂ کرام نے بھی حضور اقدس ﷺ کے اوصاف، انسانیت پر آپ ﷺ کے احسانات اور آپ کے اخلاق کریمانہ اور جمال ظاہری کو شعری قالب میں ڈھالا ہے،بعض نے آپ ﷺ سے اپنی وابستگی اور وارفتگی شوق کو پردرد اور پرسوز لہجہ میں بیان کیا ہے،ان میں حضرت عبداللہ بن رواحہ،حضرت عبد اللہ بن زبعری، حضرت کعب بن مالک، حضرت عباس بن مرداس، حضرت سفیان بن الحارث رضی اللہ عنہم اجمعین کا نام خاص طور پر لیا جاسکتا ہے۔

دور اموی (۴۰-۱۳۲ھ مطابق ۶۶۰-۷۴۹ء) بھی اس صنف کے نمونوں سے خالی نہیں رہا،عصر عباسی (۱۳۲-۶۶۵ھ مطابق ۷۴۹-۱۲۰۸ء) میں ابوالعتاہیۃ اسماعیل بن القاسم (م ۲۱۱ھ) اور ابوعلی محمد بن المستنیر بن احمد (م ۲۰۶ھ) کے یہاں نعت گوئی کے نمونے ملتے ہیں، عصر ترکی اور اس کے بعد آنے والے زمانوں میں نعت گوئی کی صنف نے خوب ترقی کی۔

عربی میں نعتیہ کلام کے نمونے

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اپنی فدائیت اور حب رسول کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں:

فإن أبي ووالده وعرضي

لعرض محمد منكم وقاء

(میرے ماں باپ اوران کے باپ اور میری عزت محمد ﷺ کی عزت پر قربان ہے اور دشمنان دین تمہارے مقابلہ میں یہ ڈھال ہے)

سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی مدح میں ایک قصیدہ کہا ہے جو نعت گوئی اور ادب کا شاہکار ہے، حضرت حسان کہتے ہیں:

أغرّ عليه للنبوة خاتم

من الله مشهود يلوح ويشهد

وضم الإله اسم النبي إلى اسمه

إذا قال في الخمس المؤذن أشهد

وشقّ له من اسمه ليجلّه

فذو العرش محمود وهذا محمد

(آپ ﷺ پر مہر نبوت درخشاں ہے، اللہ کی طرف سے وہ دلیل ہے، چمکتی ہے اور گواہی دیتی ہے، اللہ نے اپنے نبی کا نام اپنے نام سے مربوط کردیا، اس لئے مؤذن پانچوں وقت اذان میں أشهد کہتا ہے، اللہ نے اپنے نام سے اپنے پیغمبر کا نام نکالا، عرش والا (خدا) محمود ہے اور یہ محمد ہیں)

ایک دوسرے قصیدہ میں کہتے ہیں:

بطيبة رسم للرسول ومعهد

منير وقد تعفو الرسوم وتهمد

ولا تـنـمـحـي الآيـات مـن دار حـرمـة
بهـا مـنـبـر الـهـادي الـذي كـان يصعد

(طیبہ میں رسول اللہ ﷺ کے نشانات ہیں اور آپ کا بصیرت افروز مرکز ہے، دنیا کے نشانات مٹتے رہتے ہیں اور پرانے ہوتے رہتے ہیں لیکن نشانیاں حرم پاک کی نہیں مٹ سکتیں، جہاں ہادئ رسول ﷺ کا منبر ہے، جس پر آپ ﷺ تشریف فرما ہوتے تھے)۔

حضرت کعب بن زہیر کہتے ہیں:

إن الـرسـول لـنـور يستـضـاء بـه
مـهـنـد مـن سـيـوف الـلـه مسلـول

(رسول اللہ ﷺ بلا شبہ ایک نور ہیں، جن سے اجالا آنکھوں کے سامنے اس طرح پھیل جاتا ہے جس طرح نیام سے جب تلوار نکلتی ہے تو ایک چمک سی آنکھوں کے سامنے پیدا ہو جاتی ہے)(۱)۔

حضرت کعب نے جب یہ شعر پڑھا حضور اکرم محمد ﷺ نے اپنا پیراہن مبارک اتار کر ان کو عطا فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ کہتے ہیں:

روحـي الـفـداء لـمـن أخـلاقـه شـهـدت
بـأنـه خيـر مـولـود مـن البشـر
عـمّـت فـضـائـلـه كـل الـعـبـاد كـمـا
عـمّ البـريـة ضـوء الشـمـس والـقـمـر

(میری روح قربان ہو اس ذات پر جس کے اخلاق اس بات پر شاہد ہیں کہ وہ بنی نوع انسان میں سب سے اعلیٰ وارفع ذات ہے، جس کے احسانات ساری مخلوق کے لئے عام ہیں، جیسے چاند اور سورج کی روشنی ساری دنیا کے لئے عام ہے)۔

---

(۱) یہاں پر شاعر حضور انور ﷺ کے چہرۂ انور کی نورانیت اور تابناکی کو بیان کرنا چاہتا ہے، لہٰذا تلوار کی چمک سے چہرۂ انور کو تشبیہ دی ہے، جس میں چاند کی جیسی ایک اور روشنی ہوتی ہے، تلوار جب میان سے کھینچی جاتی ہے، تو اس کی چمک آنکھوں کو ایسی لگتی ہے جیسے تاریکی میں بجلی کی چمک ہو، شاعر اور اس زمانہ کے شاعر کے سامنے تشبیہ دینے کے لئے آفتاب اور برق تھا، شعر کا مطلب یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ ایک نور ہیں جن سے اجالا حاصل کیا جاتا ہے، اور وہ نور ایک مضبوط فولاد کی بے نیام تلوار کے مانند ہے۔ (مترجم)

حضرت کعب بن مالک کہتے ہیں:

فيـنـا الـرسـول شهـاب ثـم يتبعـه
نـور مـضـى لـه فـضـل عـلـى الشهـب
الـحـق مـنـطـقـه والـعـدل سيـرتـه
فـمـن يـجـبـه إليـه يـنـج مـن ثـبـب

(ہمارے درمیان اللہ کے رسول ﷺ ایک درخشندہ ستارہ کے مانند ہیں، جن سے روشنی پھوٹتی ہے ہمارے جہاں کو روشن کردیتی ہے اور اس سے ستاروں کو روشنی ملتی ہے، بات اس کی حق ہے، سیرت اس کی عدل ہے، جس نے ان کی پیروی کی ہلاکت سے نجات پا گیا)۔

حضرت عباس بن مرداس کہتے ہی:

رأيتك يـا خيـر البـرية كـلهـا
نشـرت كتـابـاً جـاء بـالـحق معلماً
ونـوّرت بـالبـرهـان أمـراً مـدمسـاً
وأطـفـأت بـالبـرهـان جمراً مضرمـاً
فـمـن مبـلـغ عـنـي الـنبي مـحـمـداً
وكـل امـرئ يـجـزى بـمـا قـد تكلمـا
تـعـالـى عـلـواً فـوق عـرش إلهـنـا
وكـان مـكـان الـلّـه أعـلـى وأعـظـمـا

(اے سردار دوعالم، سرورکونین! میں نے دیکھ لیا کہ آپ ﷺ نے وہ احکام الٰہی پھیلائے جس نے حق کو بالکل آشکارا کردیا، اور وہ شئے جو آج تک تاریکیوں میں دبی پڑی تھی تو اس کو برہان حق سے روشن کردیا اور دہکتے ہوئے انگاروں کو اسی برہان سے بجھادیا، اللہ کے رسول محمد ﷺ تک میرا یہ پیغام کوئی پہونچادے اور ہر شخص اپنے قول کی جزا پاتا ہے، عرش بریں پر خدائے بزرگ و برتر کی ذات بلند و بالا ہے اور خدا کا مقام (ہمارے تصورات وادراکات سے) بلند تر ہے)۔

عصر عباسی کا ممتاز شاعر ابو العتاہیہ کہتا ہے:

على رسول اللّٰه مني السلام
ما كان إلا رحمة للأنام
أحيا به اللّٰه قلوباً كما
أحيا موات الأرض صوب الغمام
أكرم به للخلق من مبلغ
هاد وللناس به من إمام
وأصبح الحق به قائماً
وأصبح الباطل دحض المقام
كان رسول اللّٰه يدعو إلى
مدرجة الحق ودار السلام

(رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام ہو، آپ سارے جہاں کے لئے سرتاپا رحمت تھے، اللہ نے آپکے ذریعہ مردہ دلوں کو اس طرح زندہ کردیا جس طرح تیز بارش مردہ زمین کو زندہ کردیتی ہے، خلق خدا کے لئے کتنے عظیم المرتبت، دعوت حق کے پہونچانے والے ہیں، اور لوگوں کے لئے بڑے رہنما ہیں (یعنی آپ کی قدر ومنزلت کی کوئی انتہا نہیں ہے) حق آپ کی بدولت قائم ودائم ہوا، باطل آپ کی وجہ سے پسپا ہوا، رسول اللہ ﷺ راہ حق اور سلامتی کی منزل کی طرف دعوت دیتے تھے)۔

ساتویں صدی ہجری میں علامہ بوصیری محمد بن سعید رحمۃ اللہ علیہ (۶۰۸-۶۹۷ھ) کے ''قصیدہ بردہ'' نے اس صنف میں بڑی مقبولیت حاصل کی، جو ان کے سنگین اور بظاہر لاعلاج مرض سے شفا کا ذریعہ بنا، اس کے علاوہ ان کی متعدد نعتیں ہیں، خاص طور سے ان کا ''قصیدہ ہمزیہ'' بہت مقبول عام قصیدہ ہے، صاحب ''فوات الوفیات'' نے ان کا ایک اور قصیدہ نقل کیا، جس میں علامہ بوصیری نے بارگاہِ رب العالمین میں شکوہ پیش کیا ہے، لیکن ان کی شہرت اور مقبولیت کا سبب قصیدہ بردہ ہے، اس قصیدہ کے عرب شارحین کی

تعداد تقریباً ۱۹ ہے، اس کے علاوہ دار الکتب المصریہ میں متعدد شرحیں ہیں، جن کے مصنفین کے نام درج نہیں۔

علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

محمد سید الکونین والثقلین
والفریقین من عرب ومن عجم
نبینا الآمر الناهي فلا أحد
أبرّ في قول "لا" منه ولا "نعم"
هو الحبیب الذي ترجی شفاعته
لکل هول من الأهوال مقتحم

(محمد ﷺ دونوں جہان کے سرور، جن وانس کے آقا اور عرب وعجم کے سردار ہیں، وہ ہمارے نبی ہیں، حکم دینے والے، روکنے والے، آپ سے زیادہ سچا، حق بات کہنے والا، کوئی دوسرا نہیں ہے، آپ کے "ہاں" کہنے اور "نہیں" کہنے دونوں میں آپ کا کوئی ہمسر نہیں ہے، آپ وہ محبوب (شخصیت کے مالک) ہیں جس کی شفاعت کا آسرا ہر پیش آنے والی ہولناک حالت میں کیا جاتا ہے)۔

اندلس کے نعت گو شعراء

شعرائے اندلس میں صنف نعت گوئی میں مشہور ترین حضرات الوزیر الاندلسی، لسان الدین ابن الخطیب (م ۷۷۹ھ)، ابن جابر الاندلسی (م ۷۸۰ھ)، امام مجد الدین محمد بن ابی بکر الوتری البغدادی (م ۸۱۶ھ) ہیں۔ آٹھویں صدی ہجری میں ابوبکر تقی الدین بن علی بن عبد اللہ الحموی (م ۸۳۹ھ) صاحب خزانۃ الأدب نے مدح رسول ﷺ میں قصیدہ "بدیعیہ" موزوں کیا، شیخ عبد الرحیم البرعی (م ۸۰۳ھ) نے متعدد نعتیں موزوں کی، ابن الفارض (م ۶۳۲ھ) شیخ جمال الدین الصرصری (م ۶۵۶) شہاب الدین محمود الحلبی (م ۷۲۵ھ) ابن نباتہ مصری (م ۷۶۸ھ) علامہ ابن حجر عسقلانی صاحب فتح الباری شرح

بخاری (م۸۵۲ھ) شیخ عبداللہ شیرازی (۱۱۷۲ھ) مفتی شیخ حسین دجانی (م۱۲۶۸ھ) شیخ عبدالغنی النابلسی، ان حضرات نے بھی موثر نعت گوئی کی ہے اور حب رسول اور شوق زیارت مدینہ کے اپنے احساسات وجذبات کی دلکش ترجمانی کی ہے۔

لسان الدین ابن الخطیب اندلسی کہتے ہیں:

أروم امتداح المصطفى فيردني
قصوري عن إدراك تلك المناقب
ومن لي بحصر البحر والبحر زاخر
ومن لي بإحصاء الحصا والكواكب
ولو أن أعضائي غدت ألسناً إذن
لما بلغت في المدح بعض المآرب
ولو أن كل العارفين تألبوا
على مدحه لم يبلغوا بعض واجب

(سیدنا محمد ﷺ کی مدح کرنے کا ارادہ کرر ہا ہوں، مگر مجھے نہ اس کی ہمت ہے نہ تاب، آپ کے مناقب تک میری پہنچ ہو نہیں سکتی، اور یہی بات میرے بڑھتے ہوئے قدم روک دیتی ہے، کس کی مجال ہے کہ دریا کے پانی کی مقدار بتائے اور خاص طور پر اس وقت جب کہ دریا بھرا ہوا ہو، کس کی مجال ہے کہ ستاروں کو شمار کر سکے، اگر میرے سارے اعضاء وجوارح زبان بن جاتے تب بھی مدح نبوی کا ادنی حق بھی ادا نہیں ہو پاتا، اور گر تمام عالم کے عارفین ایک آواز ہو کر آپ ﷺ کی مدح کرنا چاہتے تو مدح سرائی کا ادنی حق بھی ادا نہیں کر سکتے تھے)۔

ابن جابر اندلسی کہتے ہیں:

يا أهل طيبة في مغناكمو قمر
يهدي إلى كل محمود من الطرق
كالغيث في كرم والليث في حزم
والبدر في أفق والزهر في خلق

(اے طیبہ کے رہنے والو! تمہاری بستی میں ایک چاند ہے، جو ہر اچھی راہ کی رہنمائی کرتا ہے، وہ سخاوت میں تیز بارش اور حرم میں ایک شیر کی مانند ہے، افق پر چودھویں کا چاند ہے، اخلاق میں ایک حسین پھول ہے)۔

عہد جدید کے نعت گو شعراء

موجودہ دور میں مصر کے مشہور شاعر احمد شوقی نے جن کو ''امیر الشعراء'' قرار دیا گیا ہے قصیدہ بردہ کی تقلید میں ''نہج البردہ'' کہا جو مقبول عام وخاص ہے اور اس کی وجہ سے شوقی کو بہت شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی ہے، شوقی اپنے قصیدہ ہمزیہ میں کہتے ہیں:

ولد الهدى فالكائنات ضياء

وفم الزمان تبسم وثناء

الروح والملأ الملائك حوله

للدين والدنيا به بشراء

والعرش يزهو والحظيرة تزدهي

والمنتهى والسدرة العصماء

وحديقة الفرقان ضاحكة الربا

بالترجمان شذية غناء

والوحي يقطر سلسلاً من سلسل

واللوح والقلم البديع رواء

نظمت أسامي الرسل فهي صحيفة

في اللوح اسم محمد طغراء

اسم الجلالة في بديع حروفه

ألف هناك واسم "طه" الباء

(سرور کائنات کی ولادت باسعادت کیا ہوئی، کائنات میں روشنی پھیل گئی، زمانہ کے

لبوں پر تبسم پھیل گیا اور زبانوں پر حمد باری جاری ہوگئی، روح القدس، فرشتے، ملأ اعلیٰ، دین ودنیا (کی سرفرازی) کی نوید یں دینے لگے، عرش بریں دمکنے لگا، حظیرۃ القدس، سدرۃ المنتھی سب جگمگانے لگے، گلشن فرقان کی پگڈنڈیاں خنداں اور شاداب وسرسبز ہیں، (اپنے) ترجمان (کی آمد) پر، وحی کی رم جھم بارش ہورہی ہے، انوکھی شان والے لوح وقلم کی رونق دوبالا ہوگئی ہے، پیغمبروں کے اسمائے گرامی خوبصورتی کے ساتھ لوح پر جڑ دئے گئے ہیں جن سے ایک فریم تیار ہوگیا ہے اور اس کے وسط میں اسم محمد طغری ہے، اللہ کا نام بے نظیر حروف تہجی میں ''الف'' ہے تو رسول ﷺ کا نام ''طٰہٰ'' اسی تختی میں ''ب'' ہے)۔

صلحاء اور عارفین کے نزدیک نعتیہ کلام قلب میں رقت پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔(۱)

نعت گوئی ہندوستان میں

ہندوستان کے مسلمانوں کا سرزمین حجاز سے عموماً اور خاک یثرب سے خصوصاً ایسا گہرا تعلق اور روحانی عشق ہے کہ ان کو وہاں مرنے کی آرزو اور وہاں کی زمین میں دفن ہونے کی تمنا رہتی ہے، انیسویں صدی کے ایک مشہور اردو شاعر کرامت علی شہیدی (م ۱۲۵۶ھ) نے یہاں تک تمنا کی ہے کہ اگر ان کی لاش وہاں کی پاک سرزمین میں دفن ہونے کے قابل نہ ہو تو اس کے صحراء کے جانوروں ہی کا لقمہ بن جائے، ان کے اس قصیدہ کے دو مشہور شعر ہیں:۔

مدینہ کی زمیں کے گر نہ لائق ہو میرا لاشہ
کسی صحراء میں واں کے طعمہ ہوں میں دام اور دو کا
تمنا ہے درختوں پر ترے روضہ کے جا بیٹھے
قفس جس وقت ٹوٹے طائر روح مقید کا

چنانچہ ہندوستان کے مسلم شعراء نے ہر دور میں اپنے عاشقانہ وسرفروشانہ جذبات اور حضور ﷺ سے نسبت رکھنے والی ہر چیز سے اپنا قلبی اور والہانہ لگاؤ عربی، اردو اور فارسی تینوں

---

(۱) عربی میں نعتیہ کلام پر متعدد ضخیم کتابیں تصنیف کی گئیں اور اس کو شعر کی مستقل صنف قرار دیا گیا ہے۔ ان میں اہم کتابیں ڈاکٹر زکی مبارک کی ''المدائح النبوية في الأدب العربي'' شیخ یوسف بن اسماعیل النبہانی کی ''المجموعة النبهانية في المدائح النبوية'' اور ڈاکٹر محمد صدر الحسن ندوی مدنی کی ''المدائح النبوية في الهند'' ہیں (مترجم)

زبانوں میں ظاہر کیا، جس کی وجہ سے ان کلام میں نرمی، گداز اور سوز کا عنصر بڑھ گیا۔

ہندوستان کے عربی نعت گو شعراء

عربی زبان میں جن شعراء نے ذات گرامی ﷺ سے اپنے دلی تعلق اور وارفتگی شوق کی ترجمانی کی ہے ان میں قابل ذکر قاضی عبد المقتدر کندی دہلوی (م ۷۹۱ھ) شیخ احمد بن محمد تھانیسری (م ۸۲۰ھ) شیخ عبد الحق دہلوی (م ۱۰۵۲ھ) شاہ ولی اللہ دہلوی (م ۱۱۷۶ھ) غلام علی آزاد بلگرامی (م ۱۲۰۰ھ) سید باقر مرتضی شافعی ویلوری مدراسی (م ۱۲۲۰ھ) شاہ رفیع الدین دہلوی (م ۱۲۳۳ھ) شاہ عبد العزیز دہلوی (م ۱۲۳۹ھ) شیخ فضل حق خیر آبادی (م ۱۲۷۸ھ) شیخ فیض الحسن سہارنپوری (م ۱۳۰۴ھ) نواب صدیق حسن خان قنوجی (م ۱۳۰۷ھ) شیخ احمد بن عبد القادر لکھنوی (م ۱۳۲۰ھ) سید علی تستری حیدر آبادی (م ۱۳۲۴ھ) وغیرہ ہیں۔

شاہ ولی اللہ دہلوی اپنے قصیدہ ''أطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم'' میں کہتے ہیں:

وقد فاح طيباً كف من مس كفه
وما حلّ رأساً جسّ شيب الذوائب
وسماه رب الخلق أسماء مدحة
تبين ما أعطي له من مناقب

(جس نے بھی آپ کے دست مبارک کو چھوا وہ خوشبو سے مہک اٹھا، جس سر پر آپ نے دست شفقت پھیرا وہ کبھی سفید نہیں ہوا، خدائے جہاں نے آپ کو مدح وثنا کے محبت بھرے ناموں سے پکارا جن سے آپ کے اوصاف حمیدہ اور مناقب جلیلہ کا اظہار ہوا)۔

شیخ احمد تھانیسری اپنے ایک قصیدہ میں کہتے ہیں:

خلّ الأحاديث عن ليلى وجارتها
وارحل إلى سيد المختار من أدد
وليس في الدين والدنيا وآخرتي
سوى جناب رسول الله معتمدي

(چھوڑو لیلیٰ کی باتیں اور لیلیٰ کی سہیلیوں کی باتیں، چلو "سید مختار" ﷺ کے حضور، جو "ادد" کے خاندان سے ہیں، دین و دنیا اور آخرت میں میرے لئے جناب رسول ﷺ کے سوا کوئی سہارا نہیں ہے)۔

علامہ آزاد بلگرامی جنہیں "حسان الہند" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے اپنے ایک قصیدہ میں کہتے ہیں:

قلبي حمام بالمدينة طائر

لكن جسمي موثق في مصيد

قالت لطرفاء الفلاة حمامة

لِمَ تمرحين وتفخرين ؟فأرشدي

قالت لها: أوما ترين مكانتي

قد كان منا منبر لمحمد

غوث الورى غيث الندى غرض المنى

كهف الأرامل ملجأ المسترفد

كحلُ العيون غبارُ نعلِ المصطفى

وشراكها متمسك المُستَنجِد

(میرا دل مدینہ کی فضا میں اڑنے والا پرندہ (کبوتر) ہے، لیکن میرا جسم شکار گاہ میں قید ہے، ایک بلبل نے ایک صحرائی درخت سے پوچھا: تم کس بات پر اکڑتے ہو، تمہیں کس بات پر غرور ہے؟ اس درخت نے جواب دیا: تمہیں میری حیثیت نظر نہیں آتی، میرے ہی تنے سے محمد ﷺ کا منبر بنا تھا، (اور کون محمد ﷺ) وہ جو کائنات کے لئے ایک رحمت، خشک زمین کے لئے آسمانی بارش، تمناؤں کے کعبۂ مقصود، بیواؤں کے سرپناہ اور بے سہاروں کے ملجا و ماوی ہیں)۔(۱)

---

(۱) اس مضمون میں عربی اشعار کا ترجمہ تھوڑے تصرف کے ساتھ ڈاکٹر عبد اللہ عباس ندوی کی کتاب "عربی میں نعتیہ کلام" سے لیا گیا ہے۔

مسلمان شاعر جس میں ایمان کا ایک ذرہ بھی پایا جاتا ہے نعت گوئی کو اپنے لئے سعادت اور شرف کا ذریعہ سمجھتا ہے اور اپنا دیوان حمد و نعت سے شروع کرتا ہے۔

شعرائے اردو

فارسی اور اردو شعراء اس صنف میں عرب شعراء سے پیچھے نہیں رہے، بلکہ بقول حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی اس میدان میں فارسی کو عربی پر سبقت حاصل رہی ہے اور پھر نمبر آتا ہے اردو شاعری کا، حضرت مولانا لکھتے ہیں:۔

''جو اہل نظر اسلام کے عالمی ادب سے باخبر ہیں اور جنہوں نے مختلف ملکوں اور مختلف قوموں کی زبان اور ادبیات کا مطالعہ کیا ہے اور اس کے اشعار سے لطف اندوز ہوئے ہیں، وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ فارسی زبان نعت گوئی اور مدح رسول ﷺ میں سب سے خوش نصیب اور سرمایہ دار رہے، اس کے بعد اردو زبان کا نمبر آتا ہے جو خود فارسی ادب کی خوشہ چیں بلکہ ایک لحاظ سے اس کی پیداوار ہے، یہی وجہ ہے کہ اس موضوع پر جتنا طاقتور، زندہ، مؤثر، نرم و شیریں اور پرسوز کلام ان دونوں زبانوں میں ملتا ہے اتنا کسی اور زبان میں نہیں ملتا ہے، اس میں جذبات کی جو فراوانی اور گرمی و بے چینی نظر آتی ہے وہ دوسری ادبیات میں نظر نہیں آتی ہے اور یہ واقعہ ہے کہ عجمی نژاد شعراء نے ایسے مضامین اور خیالات پیش کئے اور ایسی نئی نئی تعبیریں ایجاد کیں جن میں ان کا پیشرو کوئی نہ تھا۔

یہ ادبیات اسلامی کی تاریخ کا ایک علمی سوال ہے جس کا ابھی تک تشفی بخش جواب نہیں دیا گیا۔

بعض اہل نظر نے اس کی یہ توجیہ کی ہے کہ اس کا تعلق ایرانی اور ہندوستانی مزاج سے ہے، وہ کہتے ہیں کہ اہل ایران اور اہل ہند دونوں کے خمیر میں عشق و محبت شامل ہے اور ان کی افتاد اسی پر ہوئی ہے، اس لئے ان کی زبان بھی شوق و آرزو کی زبان ہے اور عشق و محبت کی ترجمان ہے، جب اس صلاحیت کا رخ ایک ایسی شخصیت کی طرف ہوا جس کو حسن و احسان کا سب سے بڑا پیکر اور جمال و کمال کا سب سے لطیف مظہر کہنا ہر طرح بجا ہے، تو اس نے قدرتی طور پر اپنے کلام کے ایسے عجیب و غریب اور نادر نمونے پیش کئے جو اسی کے

ساتھ مخصوص ہیں، زور تعبیر اور حسن تصویر نے جذبۂ محبت، بیتابیٔ دل اور تاثیر عشق کے ساتھ مل کر اپنے محبوب وممدوح کی تعریف میں جن کو اللہ تعالی نے خود اپنی محبت کی جلوہ گاہ بنایا ہے اور ظاہری وباطنی جمال کی سب سے قیمتی پوشاک سے نوازا ہے، ایک ایسا سماں باندھا جس میں دل آویزی اور دلربائی کا پورا سامان موجود تھا۔

بعض لوگوں نے اس کی توجیہ دوری اور ہجر سے کی ہے، اس لئے کہ محبت اور دل کے سرچشموں اور سوتوں کو چھیڑنے، نئی نئی تعبیرات اور معانی کا سہارا لینے اور خوابیدہ صلاحیتوں اور مخفی قوتوں کو بروئے کار لانے اور دبی ہوئی چنگاری کو شعلۂ جوالہ بنانے میں ان دونوں چیزوں کا بہت بڑا حصہ ہے، ان میں سے اکثر شعراء جزیرۃ العرب اور مدینہ منورہ سے بہت دور تھے، نیز اس عہد میں حجاز کا سفر اتنا آسان نہ تھا، انتشار اور بدامنی کا دور دورہ تھا اور حجاج کے قافلے اکثر وبیشتر غارتگری اور رہزنی کا شکار ہوجایا کرتے تھے، اس پرخطر اور طویل سفر کی دشواریاں، موانع کی کثرت اور زیارت سے محرومی، یہ وہ باتیں تھیں جن کی تلافی وہ ان شوقیہ اشعار سے کرنا چاہتے تھے، جن کو ہمیشہ دل کا نامہ بر سمجھا گیا ہے اور جو واقعی نامہ بر کبوتر کی طرح منزل مقصود پر پہونچے بغیر دم بھی نہیں لیتے''۔(۱)

ہندوستانی شعراء کی نعت گوئی کے سلسلہ میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی فرماتے ہیں:۔

''نعت گوئی، عشق رسول، اور شوق مدینہ ہندوستانی شعراء کا محبوب موضوع رہا ہے، فارسی شاعری کے بعد سب سے بہتر اور سب سے مؤثر نعتیں اردو ہی میں ملتی ہیں، عشق رسول اور سرزمین حجاز سے گہری وابستگی اور شیفتگی ہندوستانی اسلامی ملت کے مزاج وعناصر ترکیبی میں شامل ہوگئی، اس کی بدولت اس نے ۸سو برس تک اپنے جوہر کی حفاظت کی اور اسی کی وجہ سے قوم پرستی یا وطن پرستی کی غالی تحریکیں، یا لادینیت کا سیلاب کبھی اس کو خس وخاشاک کی طرح بہا نہیں سکا، نبی عربی ﷺ اور حجاز مقدس سے اس نے اپنے تعلق وارادت کا اس طرح اظہار کیا ہے کہ قوم پرستی کے پرجوش علم برداروں نے بعض اوقات اس کو اس کا طعنہ دیا ہے کہ اس ملت کا جسم سرزمین ہند میں رہتا ہے اور اس کا دل وروح سرزمین حجاز

(۱) کاروان مدینہ، ص:۱۵۹-۱۶۰، از: مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی۔

میں اور یہ یہاں پیدا ہونے اور یہیں مرنے کے باوجود ہمیشہ مدینہ کی گلیوں ہی کا خواب دیکھتی رہتی ہے اور زبانِ قال یا زبانِ حال سے ہمیشہ یہی صدا بلند کرتی رہتی ہے:۔

خاک یثرب از دو عالم خوشتراس

اے خنک شہرے کہ آنجا دلبراست "(۱)

بعض شعراء نے نعت گوئی اور حمد پر اکتفاء کیا اور بعض نعت گو شعراء کے نعت گوئی کے احترام کا یہ حال تھا کہ وہ نعت لکھنے کے بعد اس قلم کو دوسرے اصناف شعر سے محفوظ رکھتے تھے، جیسے محسن کاکوری، جن کے بارے میں مشہور ہے کہ داہنے ہاتھ سے جس وقت وہ نعت لکھتے تھے، دنیا کی کوئی اور چیز لکھنا پسند نہیں کرتے تھے، انہوں نے اپنی ساری ادبی صلاحیتیں نعت گوئی کے لئے وقف کر دیں۔ اسی طرح حضرت امیر مینائی، حکیم الاسلام قاری محمد طیب قاسمی، خواجہ الطاف حسین حالی، ظفر علی خاں، اقبال احمد خاں سہیل، حضرت امجد حیدر آبادی، حفیظ جالندھری، ماہر القادری، حمید صدیقی، نشور واحدی، عامر عثمانی، اور محمد ثانی حسنی اور قاری سید صدیق احمد باندوی نے نذرانۂ عقیدت ایسے پرسوز اور دلکش انداز میں پیش کیا ہے کہ دل متأثر ہوئے بغیر رہ نہیں پاتا۔

اردو میں نعتیہ کلام کے نمونے

امیر مینائی کہتے ہیں (محامد خاتم النبیین، ص:۹۹)۔

طاعت حق ہے محمد کی اطاعت مجھکو

حج ہے کعبہ کا مدینہ کی زیارت مجھکو

کون اب دولت دنیا کی حاجت مجھکو

میرے اللہ نے دی دین کی دولت مجھکو

چہرۂ پاک کی تعریف کیا کرتا ہوں

ہے یہی تذکرہ قرآن کی تلاوت مجھکو

(۱) کاروان مدینہ، ص:۱۷۶، از: مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی۔

روضۂ شاہ تلک ہند سے پہنچوں میں شتاب
خدا جلد دکھا روضۂ جنت مجھکو

اڑ کے پہنچوں گا میں طائر کی طرح یثرب میں
دی میرے شوق نے پرواز کی طاقت مجھکو

فیض عشق شہ والا سے تونگر ہوں میں
مال ہے گنج ہے دولت ہے یہ الفت مجھکو
حشر کے روز نبی ساقی کوثر ہوں گے
کیا غم تشنگی روز قیامت مجھکو

جانتے ہیں کہ بہت تشنۂ دیدار ہوں میں
ہے یقیں پہلے کریں جام عنایت مجھکو

شکر ہے بیٹھ رہا میں در اقدس پہ امیر
مل گئی سارے بکھیڑوں سے فراغت مجھکو

حفیظ جالندھری (شاہنامۂ اسلام:۱۸) کہتے ہیں:۔

محمد مصطفیٰ، محبوب داور، سرور عالم
وہ جس کے دم سے مسجود ملائک بن گیا آدم

کیا ساجد کو شیدا جس نے مسجود حقیقی پر
جھکایا عبد کو درگاہ معبود حقیقی پر

دلائے حق پرستوں کو حقوق زندگی جس نے
کیا باطل کو غرق موجۂ شرمندگی جس نے

غلاموں کو سریر سلطنت پر جس نے بٹھلایا
یتیموں کے سروں پر کردیا اقبال کا سایا

گداؤں کو شہنشائی کے قابل کردیا جس نے
غرور نسل کا افسوں باطل کردیا جس نے

وہ جس نے تخت اوندھے کردئے شاہان جابر کے
بڑھائے مرتبے دنیا میں ہر انسان صابر کے

دلایا جس نے حق مزدور کو عالی تباری کا
شکشتہ کردیا ٹھوکر سے بت سرمایہ داری کا

محمد مصطفی مہر سپہر اوج عرفانی
ملی جس کے سبب تاریک ذروں کو درخشانی

وہ جس کے معجزہ نے نظم ہستی کو سنوارا ہے
جو بے یاروں کا یارا، بے سہاروں کا سہارا ہے

وہ جس کا ذکر ہوتا ہے زمینوں آسمانوں میں
فرشتوں کی دعاؤں میں مؤذن کی اذانوں میں

وہ نور لم یزل جو باعث تخلیق عالم ہے
خدا کے بعد جس کا اسم اعظم، اسم اعظم ہے

ثنا خواں جس کا قرآن ہے، ثنا ہے جس کی قرآن میں
اسی پر میرا ایمان ہے، وہی ہے میرے ایمان میں

خواجہ الطاف حسین حالی کہتے ہیں:۔

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا

مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا

فقیروں کا ملجا، ضعیفوں کا ماوی
یتیموں کا والی غلاموں کا مولی

خطا کار سے درگزر کرنے والا
بد اندیش کے دل میں گھر کرنے والا

مفاسد کا زیروزبر کرنے والا
قبائل کو شیروشکر کرنے والا
اتر کر حراء سے سوئے قوم آیا
اور ایک نسخۂ کیمیاء ساتھ لایا

محسن کاکوری کہتے ہیں:

پڑھوں ایک قطعۂ پرنور جس کا مطلع روشن
لکھیں لوح بیاض آفتاب صبح محشر میں

اٹھیں گی انگلیاں محفل کی تیری سمت محشر میں
جو پوچھیں گے کہ ہے کس کا دخل آج اللہ کے گھر میں

تیرا اسم گرامی زیر بسم اللہ عنواں میں
ازل کے ہر صحیفہ میں ابد کے ہر رجسٹر میں

حسب میں اور نسب میں اور شرافت میں کرامت میں
نہ تیرا مثل مظہر میں نہ تیرا مثل منظر میں

دل بے دار کا مانند ظاہر میں نہ باطن میں
ضمیر پاک کا ثانی نہ مظہر میں نہ مضمر میں

ترے ہی نور سے نکلے زمیں وآسماں بیشک
نہاں تھے ماضی ومستقبل وحال ایک مصدر میں

اصغر گونڈوی کہتے ہیں:۔

ہر موج ہوا زلف پریشان محمد ﷺ
ہے نور سحر صورت خندان محمد ﷺ

کچھ صبح ازل کی نہ خبر شام ابد کی
بے خود ہوں تیرے سایۂ دامان محمد ﷺ

تو سینۂ صدیق میں ایک راز نہاں ہے
صدقہ ترے اے صورت جانان محمد ﷺ

چھٹ جائے اگر دامن کونین تو کیا غم
لیکن نہ چھٹے ہاتھ سے دامان محمد ﷺ

دے عرصۂ کونین میں یارب کہیں وسعت
پھر وجد میں ہے روح شہیدان محمد ﷺ

بجلی ہو مہہ ومہر ہو یا شمع حرم ہو
ہے سب کے جگر میں رخ تابان محمد ﷺ

اے حسن ازل اپنی اداؤں کے مزے لے
ہے سامنے آئینہ حیران محمد ﷺ

اصغر ترے نغموں میں بھی ہے جوش درود اب
اے بلبل شوریدۂ بستان محمد ﷺ

اکبر الہ آبادی کہتے ہیں:۔

محمد پیشوا و رہنمائے خلق و عالم ہیں
معزز ہیں مقدس ہیں معظم ہیں مکرم ہیں

فروغ محفل ہستی ہیں نور عرش اعظم ہیں
حبیب حق ہیں ممدوح ملک ہیں فخر آدم ہیں

انہیں کے رنگ سے رنگ گل ہستی کی زینت ہے
انہیں کی بو سے عطر آگیں بنی آدم کی طینت ہے

عارف باللہ حضرت مولانا محمد احمد پرتاب گڈھی کہتے ہیں:

جب زباں پر محمد کا نام آگیا
دوستو! زندگی کا پیام آگیا

آگیا انبیا کا امام آگیا
لیکے فیضان دار السلام آگیا

تیرے در پر جو خیر الانام آگیا
اس کے ہاتھوں میں عرفاں کا جام آگیا

ساز و سامان عیش دوام آگیا
یعنی حکم سجود وقیام آگیا

اللہ اللہ ہوئی دل کی دنیا حسیں
جب مقدر سے حسن تمام آگیا

پاگیا پاگیا حاصل زندگی
در پہ آقا کے جس دم غلام آگیا

دور ظلمت ہوئی، دل منور ہوا
جب مدینہ میں ماہ تمام آگیا

ان کی مرضی نظر آئی رشک جناں
عشق میں ایک ایسا مقام آگیا

لائے تشریف جب سید المرسلین
خلد دنیا بنی وہ نظام آگیا

ظلم رخصت ہوا عدل قائم ہوا
عشق کے ہاتھ میں انتظام آگیا

تیرے ابر کرم سے شہہ انبیا
ہو کے سیراب ہر تشنہ کام آگیا

فیض ساقی کونین صل علی
جو بھی چاہے پیئے اذن عام آگیا

تیری برکت سے اے سید انس وجاں
صبح روشن ہوئی کیف شام آگیا

آپ کی مدح، انسان کیا کرسکے
عرش سے جب درود و سلام آگیا

قلب شاداں ہوا روح رقصاں ہوئی
لب پہ احمدؔ کا شیریں کلام آگیا

ماہرالقادری کہتے ہیں:۔

جوار حرم ہے بہار مدینہ
زہے رحمت بے شمار مدینہ

ادھر دونوں عالم بہ ایں شان وشوکت
ادھر ایک مشت غبار مدینہ

وہ جنت کے پھولوں سے کیا شاد ہوگا
کھٹکتا ہے جس دل میں خار مدینہ

ادھر لاؤ جنت کی رعنائیوں کو
میں ان کو بھی کردوں نثار مدینہ

بہت دن سے ماہر گرفتار غم ہے
نگاہ کرم! تاجدار مدینہ

مولانا محمد ثانی حسنی کہتے ہیں:۔

وہ دیار نبی رشک ارض وسما
پاک جس کی زمیں پاک جس کی فضا

جس کا شیریں ہے پانی معطر ہوا
خاک کو جس کی کہتے ہیں خاک شفا

شوق ہے اس کی جانب چلوں تیز گام
اس پہ لاکھوں درود اس پہ لاکھوں سلام

رشک تجھ پر ہے مجھکو بہت اے صبا
تو مدینہ کو جاتی ہے صبح ومسا

ایک میں ہوں سراپا گناہ وخطا
کاش مجھکو بھی حاصل ہو خاک شفا

میرے لب پر یہی رات دن صبح وشام
اس پہ لاکھوں درود اس پہ لاکھوں سلام

آتش شوق ہے تیز سے تیز تر
میں ہوں گرم سفر ہر نفس ہر نظر

ہے حسیں رہ گزر عشق ہے راہ پر
روضۂ پاک ہے منزل معتبر

میری قسمت کہ ہوں زائر وہم کلام
اس پہ لاکھوں درود اس پہ لاکھوں سلام

دیر سے کہہ رہی ہے درود وسلام
آگیا اے زباں فدویت کا مقام

اب نبی مکرم کا لے پاک نام
ہاں مگر بادب اور بصد احترام

جس کے صدقہ میں عالم کا سارا نظام
اس پہ لاکھوں درود اس پہ لاکھوں سلام

عارف باللہ حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد کہتے ہیں:۔

تمنا ہے کہ گلزار مدینہ اب وطن ہوتا
وہاں کے گلشنوں میں کوئی اپنا بھی چمن ہوتا

بسر اب زندگی اپنی دیار قدس میں ہوتی
وہیں جیتا وہیں مرتا وہیں گور وکفن ہوتا

میسر بال وپر ہوتے تو میں اڑکر پہونچ جاتا
زہے قسمت کہ اپنا آشیاں ان کا چمن ہوتا

نمازوں میں انہی کے در پہ میں کرتا جبیں سائی
تلاوت کا ترنم اور جنت کا چمن ہوتا

مقدر سے رسائی ان کے درتک کاش ہوجاتی
متاع جاں نثار روضۂ شاہ زمن ہوتا

سبھی کچھ ہے مگر جب وہ نہیں کچھ بھی نہیں حاصل
وہیں ہوتا جہاں اے کاش وہ جلوہ فگن ہوتا

خدا شاہد کہ ہم سارے جہاں پر حکمراں ہوتے
رسول پاک کی سنت اگر اپنا چلن ہوتا

تمنا ہے کہ کٹتی عمر ان کے آستانے پر
عنایت جلوہ گرہوتی کرم سایہ فگن ہوتا

خوشاقسمت کہ ہوتا کوچۂ محبوب میں مسکن
انہی کی راہ میں قربان اپنا جان وتن ہوتا

یہی ہے آرزو ثاقب یہی اپنی تمنا ہے
کہ پیوند بقیع پاک اپنا بھی بدن ہوتا(۱)

اختر شیرانی کا واقعہ

ذات گرامی ﷺ کے سلسلہ میں ہندوستانی مسلم شعراء کی حساسیت کا اندازہ برصغیر کے شاعر بلانوش اختر شیرانی مرحوم کے ایک واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے جسے شورش کاشمیری نے اپنے رسالہ ''چٹان'' میں نقل کیا تھا اور بعد میں رسالہ ''الفرقان'' میں بھی شائع ہوا:

''ایک ہوٹل میں ایک دفعہ بعض کمیونسٹ نوجوانوں نے جو بلا کے ذہین تھے، ان (جناب اختر شیرانی) سے مختلف موضوعات پر بحث چھیڑ دی، اس وقت تک وہ دو بوتلیں چڑھا چکے تھے اور ہوش قائم نہ تھے، تمام بدن پر رعشہ طاری تھا، حتی کہ الفاظ بھی ٹوٹ ٹوٹ کر زبان سے نکل رہے تھے، ادھر ''انا'' کا شروع سے یہ حال تھا کہ اپنے سوا کسی کو نہیں مانتے تھے، جانے کیا سوال زیر بحث تھا، فرمایا، مسلمانوں میں تین شخص اب تک ایسے پیدا ہوئے جو ہر اعتبار سے ''جی نی اس'' بھی ہیں اور کامل الفن بھی، پہلے ابوالفضل، دوسرے اسداللہ خاں غالب، تیسرے ابوالکلام آزاد، شاعر وہ شاذ ہی کسی کو مانتے تھے، ہمعصر شعراء میں جو واقعی شاعر تھا اسے بھی وہ اپنے سے کمتر خیال کرتے تھے، کمیونسٹ نوجوان نے فیض کے بارے میں سوال کیا، طرح دے گئے، جوش کے متعلق پوچھا، کہا وہ

(۱) نعت گوئی کے یہ نمونے ماہنامہ ''ندائے شاہی'' کے نعت النبی نمبر سے لئے گئے ہیں۔

ناظم ہے، سردار جعفری کا نام لیا، مسکرا دیئے، فراق کا ذکر چھیڑا، ہوں ہاں کر کے چپ ہو گئے، ساحر لدھیانوی کی بات کی، سامنے ہی بیٹھے تھے، فرمایا ابھی مشق کرنے دو، ظہیر کاشمیری کے بارے میں کہا، نام سنا ہے، احمد ندیم قاسمی؟ فرمایا، میرا شاگرد ہے، نوجوانوں نے دیکھا کہ ترقی پسند تحریک ہی کے منکر ہیں تو بحث کا رخ پھیر دیا۔

حضرت! فلاں پیغمبر کے بارے میں کیا خیال ہے؟ آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں نشہ میں چور تھے، زبان پر قابو نہیں تھا، لیکن چونک کر فرمایا: ''کیا بکتے ہو؟ ادب و انشاء یا شعر و شاعری کی بات کرو'' کسی نے فوراً ہی افلاطون کی طرف رخ موڑ دیا، ان کے مکالمات کی بابت کیا خیال ہے؟ ارسطو اور سقراط کے بارے میں سوال کیا، مگر اس وقت وہ اپنے موڈ میں تھے فرمایا ''اجی پوچھو یہ کہ ہم کون ہیں، یہ ارسطو، افلاطون یا سقراط آج ہوتے تو ہمارے حلقے میں بیٹھتے، ہمیں ان سے کیا کہ ان کے بارے میں رائے دیتے پھریں'' اس لڑکھڑاتی ہوئی آواز سے فائدہ اٹھا کر ایک بدطینت کمیونسٹ نے سوال کیا ''آپ کا حضرت محمد کے بارے میں کیا خیال ہے؟'' اللہ اللہ ایک شرابی جیسے کوئی برق تڑپی ہو، بلور کا گلاس اٹھایا اور اس کے سر پر دے مارا ''بدبخت ایک عاصی سے سوال کرتا ہے، ایک سیاہ رو سے پوچھتا ہے، ایک فاسق سے کیا کہلوانا چاہتا ہے'' تمام جسم کانپ رہا تھا، ایکا ایکی رونا شروع کر دیا، گھگھی بندھ گئی، کہنے لگے: تم نے ایسی حالت میں یہ نام کیوں لیا، تمہیں جرأت کیسے ہوئی؟ گستاخ! بے ادب!

''باخدا دیوانہ باشی وبا محمد ہوشیار''

اس سوال پر توبہ کرو، تمہارا خبثِ باطن میں سمجھتا ہوں، خود قہر و غضب کی تصویر ہو گئے، اس نوجوان کا یہ حال تھا کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں، اس نے بات کو موڑنا چاہا، مگر اختر کہاں سنتے تھے، اسے اٹھوا دیا، پھر خود اٹھ کر چلے گئے، تمام رات روتے رہے، کہتے تھے ''یہ لوگ اتنے نڈر ہو گئے ہیں کہ آخری سہارا بھی ہم سے چھین لینا چاہتے ہیں، میں گنہ گار ضرور ہوں، مگر یہ مجھے کافر بنا دینا چاہتے ہیں''۔(۱)

نبی اکرم رسول مجتبیٰ حضرت محمد ﷺ سے امت اسلامیہ کا یہ گہرا ربط و تعلق اور قلبی و روحانی وابستگی ہر دور میں قائم رہی ہے، آپ ﷺ کے بتائے ہوئے نظام حیات، ضابطۂ

(۱) الفرقان، نومبر ۱۹۶۳ء۔

زندگی اور آپ کی دعوت و پیغام کو مسلمانوں نے مضبوطی سے اپنے سینوں سے لگائے رکھا، اگر چہ آپ ﷺ کے اخلاق واطوار کو مکمل طور پر اختیار نہ کر سکے، لیکن اتباع سنت نبوی، عشق رسول اور ذات رسول سے گہری وابستگی ووارفتگی ہر دور میں قائم ودائم رہی، مسلمان حسب استطاعت اور اپنی معلومات کی حد تک سنت نبوی پر قائم رہے اور اپنی زندگیوں کو اس کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرتے رہے، اور بعضوں نے تو مکمل اتباع سنت کا نمونہ پیش کیا جو اخلاق نبوی کی عملی تصویر تھا، بہر حال سرور کائنات آقائے نامدار حضرت محمد مصطفیٰ سے وابستگی وتعلق، آپ کی مدح، شان، منقبت اور آپ کی تعریف وتوصیف میں کمال احتیاط وسنجیدگی، شائستگی، کمال ادب، پاکیزگی، جذبۂ عشق رسول میں حد درجہ سرشاری، نیز درد واثر، سوز وتپش، ہوش ودانش، فہم کے ساتھ عرفان محمدی، فیضان محمدی اور مقام محمدی کا پورا ادب واحترام ملحوظ رکھنا امت محمدیہ کا امتیازی وصف ہے، دیگر مذاہب وقوموں میں اس کی مثال نہیں ملتی، بعض قوموں نے تو اپنے انبیاء اور مصلحین کی تعریف میں اتنا مبالغہ کیا کہ ان کو مقام نبوت سے اٹھا کر مقام الوہیت تک پہونچا دیا، اور بعض قوموں نے اولیاء وصلحاء کو انبیاء کے مقام سے آگے بڑھا دیا، لیکن مسلمانوں نے خدا اور بندہ کے اس فرق کو ہمیشہ ملحوظ رکھا ہے۔

نعتیہ کلام میں حیات طیبہ، اخلاق نبوی، مدینہ سے دوری ومہجوری، احساس گناہ، شفاعت طلبی، اشک ندامت، حضور ﷺ کے احسانات کا تذکرہ اور درود وسلام کے موضوعات ہمیشہ سے موجود رہے ہیں، عربی، فارسی اور اردو کے قدیم وجدید شعراء نے مختلف ادوار میں نعت نبی کے بڑے حسین اسالیب اور عظیم پیرائے نکالے، ان میں محبت وشیفتگی کی حلاوت بھی ہے اور عقیدت واحترام کی لطافت بھی، عشق ووارفتگی کی جنوں آگیں گہرائی بھی اور اکرام واجلال کی احتیاط پسندی بھی، شعراء نے حلیۂ مبارک، بشری صفات، نورانی اوصاف، اخلاق وعادات، خدمات واقدامات اور ذات نبوی سے متعلق ہر شئے کی تعریف وتوصیف کی ہے، جس میں مقام توحید کی نزاکت کا احساس بھی ہے اور بارگاہ نبوی کا ادب وپاس بھی، خود رسول اللہ ﷺ نے عشق نبوی اور اتباع رسول کی نوعیت بیان کردی ہے اور بار بار اس کی تاکید کی ہے، ایک موقع پر آپ نے فرمایا: ''أنا ابن امرأة تأكل

القدید" میں ایک ایسی عورت کا لڑکا ہوں جو سوکھے گوشت کے ٹکڑے کھاتی تھی، اسی طرح اپنے نام کو اللہ کے نام کے ساتھ جوڑنے کی سخت ممانعت کی ہے، چنانچہ مسلمانوں نے خدا اور بندہ کے درمیان جو فرق ہے اس کو ہمیشہ ملحوظ رکھا اور صحابہ کرام نے عشق نبی اور حب رسول، فدویت وارفتگی اور شیفتگی کی اعلیٰ مثالیں پیش کی ہیں جو آنے والی نسلوں کے لئے مشعل راہ ہیں۔

آسی غازی پوری کے اس شعر پر اپنی بات ختم کرتا ہوں۔

صبا یہ جا کے تو کہیو مرے سلام کے بعد
کہ تیرے نام کی رٹ ہے خدا کے نام کے بعد

رحمۃ للعالمین پیغمبر اور رحمتِ عالم دین ودعوت

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ﷺ کی بعثت کے بعد دنیا کی رت بدل گئی، انسانوں کے مزاج بدل گئے، دلوں میں خدا کی محبت کا شعلہ بھڑکا، خدا طلبی کا ذوق عام ہوا، انسانوں کو ایک نئی دھن (خدا کو راضی کرنے اور خدا کی مخلوق کو خدا سے ملانے اور اس کو نفع پہنچانے کی) لگ گئی، جس طرح بہار یا برسات کے موسم میں زمین میں روئیدگی، سوکھی ٹہنیوں اور پتیوں میں شادابی اور ہریالی پیدا ہو جاتی ہے، نئی نئی کونپلیں نکلنے لگتی ہیں، اور در ودیوار پر سبزہ اگنے لگتا ہے، اسی طرح بعثتِ محمدی کے بعد قلوب میں نئی حرارت، دماغوں میں نیا جذبہ، اور سروں میں نیا سودا سما گیا، کروڑوں انسان اپنی حقیقی منزل کی تلاش اور اس پر پہنچنے کے لئے نکل کھڑے ہوئے، ہر ملک اور قوم میں طبیعتوں میں یہی نشہ اور ہر طبقے میں اس میدان میں ایک دوسرے سے بازی لے جانے کا یہی جذبہ موجزن نظر آتا ہے، عرب وعجم، مصر وشام، ترکستان اور ایران، عراق وخراسان، شمالی افریقہ اور اسپین اور بالآخر ہمارا ملک ہندوستان اور جزائر شرق الہند سب اسی صہبائے محبت کے متوالے اور اسی مقصد کے دیوانے نظر آتے ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے انسانیت صدیوں کی نیند سوتے سوتے بیدار ہوگئی، آپ تاریخ اور تذکرہ کی کتابیں پڑھیئے تو آپ کو نظر آئے گا کہ خدا طلبی اور خدا شناسی کے سوا کوئی کام ہی نہ تھا، شہر شہر، قصبہ قصبہ، گاؤں گاؤں، بڑی تعداد میں ایسے خدا مست، عالی ہمت، عارف کامل، داعی حق اور خادم خلق، انسان دوست، ایثار پیشہ انسان نظر آتے ہیں، جن پر فرشتے بھی رشک کریں، انہوں نے دلوں کی سرد انگیٹھیاں گرما دیں، عشق الٰہی کا شعلہ بھڑکا دیا، علوم وفنون کے دریا

بہادے، علم ومعرفت اور محبت کی جوت جگادی اور جہالت ووحشت، ظلم وعداوت سے نفرت پیدا کردی، مساوات کا سبق پڑھایا، دکھوں کے مارے اور سماج کے ستائے ہوئے انسانوں کو گلے لگایا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بارش کے قطروں کی طرح ہر چپہ زمین پر ان کا نزول ہوا اور اس کا شمار ناممکن ہے۔

آپ ان کی کثرت (کمیت) کے علاوہ ان کی کیفیت کو دیکھئے، ان کی ذہنی پرواز، ان کی روح کی لطافت اور ذکاوت، اور ان کے ذوق سلیم کے واقعات پڑھئے، انسانوں کے لئے کس طرح ان کا دل روتا اور ان کے غم میں گھلتا اور کس طرح ان کی روح سلگتی تھی، انسانوں کو نجات دینے کے لئے وہ کس طرح اپنے کو خطرہ میں ڈالتے اور اپنی اولاد اور متعلقین کو آزمائش میں مبتلا کرتے تھے، ان کے حاکموں کو اپنی ذمہ داری کا کس قدر احساس اور محکوموں میں اطاعت وتعاون کا کس قدر جذبہ تھا، ان کے ذوق عبادت، ان کی قوت دعا، ان کے زہد وفقر، جذبۂ خدمت اور مکارم اخلاق کے واقعات پڑھئے، نفس کے ساتھ ان کا انصاف، اپنا احتساب، کمزوروں پر شفقت، دوست پروری، دشمن نوازی اور ہمدردئ خلائق کے نمونے دیکھئے، بعض اوقات شاعروں اور ادیبوں کی قوت متخیلہ بھی ان بلندیوں تک نہیں پہنچتی، جہاں وہ اپنے جسم وعمل کے ساتھ پہنچے، اگر تاریخ کی مستند اور متواتر شہادت نہ ہوتی تو یہ واقعات قصے کہانیاں اور افسانے معلوم ہوتے۔

یہ انقلاب عظیم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم معجزہ اور آپ کی ''رحمۃ للعالمینی'' کا کرشمہ ہے۔ صدق اللہ العظیم

﴿وما أرسلناك إلا رحمة للعالمين﴾۔(۱)

(۱) تہذیب وتمدن پر اسلام اثرات واحسانات، ص: ۱۳۸-۱۴۰۔

السلام اے فخر آدم السلام

مولانا سید محمد ثانی حسنی

السلام اے فخر آدم السلام　　السلام اے سب کے ہمدم السلام
السلام اے زیب عالم السلام　　السلام اے جان جانم السلام
شاہ کل فخر رسل خیر الأنام　　ذات عالی پر میرے لاکھوں سلام

السلام اے مرسل عزت مآب　　السلام اے شافع یوم الحساب
السلام اے رشک ماہ و آفتاب　　السلام اے صاحب ام الکتاب
آپ پر اللہ کی رحمت مدام　　آپ پر ہردم میرے لاکھوں سلام

السلام اے خاتم پیغمبراں　　السلام اے تاجدار دوجہاں
السلام اے زینت کون ومکاں　　السلام اے سرور انس وجناں
آپ پر قربان ہوں عالم تمام　　آپ پر ہردم میرے لاکھوں سلام

السلام اے وجہ تسکین وقرار　　السلام اے بیکسوں کے غمگسار
السلام اے صاحب عز ووقار　　السلام اے دونوں عالم کی بہار
ملت بیضا کے رہبر وامام　　آپ کی ناموس پر لاکھوں سلام

❖❖❖

سیرت نبوی ﷺ

پر لکھی گئیں بعض اہم اردو کتابیں (۱)

پیشکش: جعفر مسعود حسنی ندوی

۱۔فوائد بدریہ/ مولانا محمد صبغۃ للہ
۲۔تواریخ حبیب الہ/ مولانا مفتی محمد عنایت
۳۔خطبات احمدیہ/ سرسید احمد خان
۴۔آغاز اسلام/ مولانا ابومحمد عبداللہ انصاری
۵۔نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب/ مولانا اشرف علی تھانوی
۶۔رحمۃ للعالمین ﷺ/ قاضی سلیمان منصور پوری
۷۔سیرت النبی ﷺ/ علامہ شبلی نعمانی، علامہ سید سلیمان ندوی
۸۔اصح السیر/ مولانا حکیم ابوالبرکات عبدالرؤف دانا پوری
۹۔سیرت مصطفیٰ ﷺ/ مولانا محمد ادریس کاندھلوی
۱۰۔النبی لخاتم/ مولانا سید مناظر احسن گیلانی
۱۱۔پیغمبر عالم ﷺ/ مولانا عبدالصمد رحمانی
۱۲۔محمد رسول اللہ ﷺ/ مولانا سید محمد میاں
۱۳۔محسن انسانیت ﷺ/ نعیم صدیقی
۱۴۔نبی رحمت ﷺ/ مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی

---

(۱) ماخوذ از: تاریخ تدوین سیرت/ ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی۔

۱۵۔سیرت سرور عالم ﷺ/ سید ابوالاعلیٰ مودودی
۱۶۔پیغمبر انقلاب ﷺ/ وحید الدین خان
۱۷۔ہادیٔ عالم ﷺ/ مولانا محمد ولی رازی
۱۸۔رحمت عالم ﷺ/ علامہ سید سلیمان ندوی
۱۹،خاتم الانبیاء ﷺ/ مولانا مفتی محمد شفیع
۲۰۔سیرت طیبہ/ مولانا قاضی زین العابدین سجاد میرٹھی
۲۱۔سیرت رسول اکرم ﷺ/ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی
۲۲۔مجموعہ سیرت رسول ﷺ/ مولانا محمد اسلم قاسمی
۲۳۔دریتیم/ ماہر القادری
۲۴۔سیرت سید المرسلین ﷺ/ قاری صدیق احمد باندوی
۲۵۔رہبر انسانیت ﷺ/ مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
۲۶۔حیات طیبہ/ مولانا ابوسلیم عبدالحی
۲۷۔سیرت رسول اکرم ﷺ/ مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی

مقالات وخطبات کے مجموعے

۱۔خطبات مدراس/ علامہ سید سلیمان ندوی
۲۔خطبات ماجدی/ مولانا عبدالماجد دریابادی
۳۔رسول رحمت/ ابوالکلام آزاد
۴۔مقالات سیرت/ ڈاکٹر محمد آصف قدوائی
۵۔کاروان مدینہ/ مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی
۶۔ذکر رسول ﷺ/ مولانا عبدالماجد دریابادی
۷۔پیغمبر اخلاق وانسانیت/ مولانا عبداللہ عباس ندوی
۸۔نبی رحمت کا پیام رحمت/ مولانا مفتی فضل الرحمٰن عثمانی

۹۔نقوش سیرت/ مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
۱۰۔اسوہ حسنہ کے آئینہ میں/ مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی
۱۱۔رسول وحدت ﷺ/ علامہ سید سلیمان ندوی

عربی سے اردو میں منتقل ہوئیں بعض اہم کتابیں

۱۔سیرت ابن ہشام
۲۔سیرت سید الأنبیاء
۳۔زادالمعاد
۴۔مدارج النبوۃ

حکمت نبوت وفلسفۂ نبوت پر لکھی گئیں بعض اہم کتابیں

۱۔آفتاب نبوت/ قاری محمد طیب
۲۔شان رسالت/ محمد طیب صاحب
۳۔منصب نبوت اوراس کے عالی مقام حاملین/ مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی
۴۔تنظیم ریاست وحکومت عہد نبی میں/ پروفیسر یسین مظہر صدیقی ندوی

❖❖❖

سیرت رسول ﷺ

سے متعلق بعض اہم عربی مصادر

پیشکش: محمد وثیق ندوی

١ ـ الكتب الستة.

٢ ـ مسند الإمام أحمد بن حنبل.

٣ ـ شمائل الترمذي.

٦ ـ سيرة ابن هشام، بتحقيق: مصطفى سقا، ابراهيم ابيارى، عبد الحفيظ شلبى.

٧ ـ إنسان العيون في سيرة الأمين المأمون (السيرة الحلبية) على برهان الدين.

٨ ـ الروض الأنف/ عبد الرحمن بن عبد الله بن احمد بن ابى الحسن سهيلى

٩ ـ المواهب اللدنية بالمنح المحمدية/ احمد بن محمد ابى بكر خطيب العسقلانى.

١٠ ـ سيرة ابن اسحاق، بتحقيق: طه عبد الرؤوف سعد، بدوى طه بدوى.

١١ ـ السيرة النبوية في فتح البارى/ حافظ ابن حجر العسقلانى.

١٢ ـ السيرة النبوية للحافظ محمد بن احمد بن عثمان الذهبى.

١٣ ـ زاد المعاد/ العلامة ابن قيم الجوزية.

١٤ ـ التراتيب الإدارية/ العلامة شيخ عبد الحيئ الكتانى.

١٥ ـ طبقات ابن سعد.

١٦ ـ سبل الهدى والرشاد في سيرة خير العباد/ محمد بن يوسف الصالحى الشامى.

١٧ ـ السيرة النبوية الصحيحة/ الدكتور اكرم ضياء العمرى.

١٨ ـ خلاصة سير سيد البشر /محب الدين احمد بن عبد الله الطبرى.
١٩ ـ نور اليقين فى سيرة سيد المرسلين/العلامة محمد خضرى.
٢٠ ـ الوفاء بأحوال المصطفى/ العلامة عبد الرحمن الجوزى.
٢١ ـ خاتم النبيين/ محمد ابو زهره .
٢٢ ـ اُسد الغابة /ابن الاثير.
٢٣ ـ البداية والنهاية/ الحافظ ابن كثير.
٢٤ ـ تاريخ الطبرى/ ابو جعفر محمد بن جرير الطبرى.
٢٥ ـ الكامل فى التاريخ / ابن الاثير.
٢٦ ـ السيرة النبوية/ الشيخ ابو الحسن على الحسنى الندوى.
٢٧ ـ سيرة رسول الله ﷺ/ محمد الحبش.
٢٨ ـ جامع السير/ الامام ابن حزم.
٢٩ ـ عيون الاثر فى فنون المغازى والشمائل والسير/ محمد بن عبد الله بن يحى ابن سيد الناس.
٣٠ ـ الدرر في اختصار المغازي والسير/الإمام يوسف بن عبد الله بن عبد البر القرطبي.
٣٢ ـ الإشارة إلى سيرة المصطفى/ للحافظ مغلطي بن قليج
٣٣ ـ السيرة النبوية /عبد الله المؤمن بن خلف الدمياطي .
٣٤ ـ المغازي النبوية / محمد بن عمر الواقدي .
٣٥ ـ دلائل النبوة وأحوال صاحب الشريعة /الإمام ابو بكر أحمد بن الحسين البيهقي.
٣٦ ـ إمتاع الأسماع بما للنبي من الأحوال والأموال والحفدة والمتاع /تقي الدين أحمد بن علي المقريزي.
٣٧ ـ السيرة النبوية دروس وعبر/الدكتور مصطفى السباعي.
٣٨ ـ فقه السيرة النبوية/الشيخ محمد الغزالي.

٣٩ـ صحيح السيرة النبوية/إبراهيم علي.
٤٠ـ وقفات تربوية مع السيرة النبوية/أحمد فريد.
٤١ السيرة النبوية دراسة تحليلية/الدكتور محمد عبد القادر أبو فارس.
٤٢ـ فقه السرايا/الدكتور محمد خلف العيساوي.
٤٣ـ السيرة النبوية في ضوء المصادر الأصلية /الدكتور مهدي رزق الله أحمد.
٤٤ـ من معين السيرة /صالح الشامي
٤٥ـ من معين الشمائل/ صالح الشامي
٤٦ـ القيادة العسكرية في عهد الرسول ﷺ/الدكتور عبد الله بن محمد الرشيد .
٤٧ـ منهج النبي ﷺ في الدعوة من خلال السيرة الصحيحة/ الدكتور محمد أمحزون
٤٨ـ حياة محمد /الأستاذ محمد حسين هيكل.
٤٩ـ دراسات في السيرة /الدكتور عماد الدين خليل.
٥٠ـ الرسول القائد / محمد شيت خطاب.
٥١ـ مجموعة الوثائق السياسية للعهد النبوي والخلافة الراشدة/الدكتور محمد حميد الله
٥٢ـ فقه السيرة /الدكتور سعيد رمضان البوطي.
٥٣ـ في ظلال السيرة / الشيخ محمد الرابع الحسني الندوي.
٥٤ـ محمد ﷺ الإنسان الكامل /محمد بن علوي المالكي الحسني
٥٥ـ الرسالة المحمدية / العلامة السيد سليمان الندوي.
٥٦ـ الرسول المعلم ﷺ وأساليبه في التعليم/ الشيخ عبد الفتاح أبو غدة.
٥٧ـ الشفا بتعريف حقوق المصطفى /القاضي عياض.
٥٨ـ الأنوار فى شمائل النبى المختار/الامام حسين بن مسعود محمد الفراء البغوى.
٥٩ـ الهجرة حدث غير التاريخ /الدكتور شوقي ابو خليل.

٦٠ـ صور من حياة الرسول ﷺ /أمين دويدار.

٦١ ـ السيرة النبوية والآثار المحمدية/أحمد زيني دحلان.

٦٢ـ محمد المثل الكامل /محمد أحمد جاد المولى.

٦٣ـ محمد رسول الله ﷺ/الشيخ محمد رشيد رضا.

٦٤ـ الرحيق المختوم /الشيخ صفي الرحمن المباركفوري.

٦٥ـ الرسول ﷺ/ الشيخ سعيد حوى.

٦٦ـ سيرة الرسول ﷺ صور مقتبسة من القرآن الكريم/ الأستاذ محمد عزة دروزه

٦٧ـ محمد رسول الإسلام في نظر فلاسفة الغرب ومشاهير كتابه/ الأستاذ محمد فهمي عبد الوهاب.

٦٨ـ محمد في التوراة والإنجيل والقرآن/ أحمد إبراهيم خليل.

٦٩ـ التعامل مع غير المسلمين في العهد النبوي/ ناصر محمدي محمد جاد

٧٠ـ بينات الرسول ﷺ ومعجزاته / الشيخ عبد المجيد الزنداني.

٧١ـ الصارم المسلول على شاتم الرسول /شيخ الإسلام الحافظ ابن تمية.

٧٢ـ قطوف من الشمائل المحمدية /الشيخ محمد جميل زينو

٧٣ـ أضواء على الهجرة/ توفيق محمد السبع.

٧٤ـ الاكتفاء بما تضمنه من مغازي الرسول والثلاثة الخلفاء / ابو الربيع سلميان بن موسى الكلاعي الأندلسي

٧٥ـ تأملات في سيرة الرسول ﷺ / الدكتور محمد السيد الوكيل.

٧٦ـ التاريخ السياسي والعسكري لدولة المدينة في عهد الرسول ﷺ استراتيجية الرسول السياسية والعسكرية/ الدكتور علي معطي.

٧٧ـ تنظيمات الرسول الإدارية في المدينة/ صالح أحمد العلي.

٧٨ـ حديث القرآن عن غزوات الرسول ﷺ / الدكتور محمد بكر آل عابد.

٧٩ـ الحرب النفسية ضد الإسلام في عهد الرسول ﷺ في مكة / الدكتور عبد الوهاب كحيل.
٨٠ـ حقوق النبي ﷺ على أمته/ الدكتور محمد بن خليفة التميمي.
٨١ـ حوار الرسول ﷺ مع اليهود / الدكتور محسن الناظر.
٨٢ـ دراسات في عهد النبوة / الدكتور عبد الرحمن الشجاع.
٨٣ـ دراسة تحليلة لشخصية الرسول ﷺ / الدكتور محمد قلعجي.
٨٤ـ دولة الرسول ﷺ من التكوين إلى التمكين/ كامل سلامة الدقس.
٨٥ـ الرسول ﷺ المبلغ/ الدكتور صلاح عبد الفتاح الخالدي.
٨٦ـ السرايا والبعوث النبوية حول المدينة ومكة / الدكتور بريكك محمد بريكك.
٨٧ـ السفارات النبوية / الدكتور محمد العقيلي.
٨٨ـ سفراء الرسول ﷺ / محمد شيت خطاب.
٨٩ـ السيرة النبوية تربية أمة ، وبناء دولة/ صالح أحمد الشامي.
٩٠ـ السيرة النبوية في ضوء القرآن والسنة/ محمد ابو شهبة.
٩١ـ السيرة النبوية / أبو حاتم البستي.
٩٢ـ السيرة النبوية /محمد الصوياني.
٩٣ـ صحيح السيرة النبوية/ محمد رزق الطرهوي.
٩٤ـ صلح الحديبية / محمد أحمد باشميل.
٩٥ـ صور وعبر من الجهاد النبوي في المدينة / محمد فوزي فيض الله .
٩٦ـ العبقرية العسكرية في غزوات الرسول ﷺ / محمد فرج .
٩٧ـ فصول في السيرة النبوية / عبد المنعم السيد .
٩٨ـالفقه السياسي للوثائق النبوية/ خالد الفهداوي.
٩٩ـ فقه السيرة النبوية/ منير الغضبان .

١٠٠ ـ في السيرة النبوية جوانب الحذر والحماية/ الدكتور إبراهيم علي محمد أحمد
١٠٢ ـ في ظلال السيرة النبوية، الهجرة النبوية/ الدكتور محمد عبد القادر أبو فارس
١٠٣ ـ القول المبين في سيرة سيد المرسلين/ الدكتور محمد الطيب النجار
١٠٤ ـ قيادة الرسول السياسية والعسكرية/ أحمد راتب عرموش.
١٠٥ ـ محمد رسول الله / محمد الصادق عرجون.
١٠٦ ـ مدخل لفهم السيرة/ الدكتور يحى اليحى .
١٠٧ ـ مرض النبي ﷺ ووفاته وأثره على الأمة/ خالد أبو صالح.
١٠٨ ـ المغازي النبوية / محمد ابن شهاب الزهري.
١٠٩ ـ مغازي رسول الله ﷺ لعروة بن الزبير/ تحقيق :د/محمد الأعظمي
١١٠ ـ منامات الرسول ﷺ / عبد القادر الشيخ إبراهيم.
١١٢ ـ المنهج التربوي للسيرة النبوية التربية الجهادية/ منير محمد الغضبان
١١٣ ـ المنهج الحركي للسيرة النبوية / منير محمد الغضبان.
١١٤ ـ نظرات في السيرة / الإمام حسن البنا.
١١٥ ـ الهجرة النبوية المباركة/ د/عبد الرحمن البر.
١١٦ ـ هذا الحبيب محمد ﷺ يا محب/ أبوبكر الجزائري.
١١٧ ـ وقفات تربوية من السيرة النبوية / عبد الحميد البلالي.
١١٨ ـ الرسول ﷺ في عيون غربية منصفة/الحسيني الحسيني معدي.
١١٩ ـ حياة محمد/ درمنغم: ترجمة عادل زعيتر.
١٢٠ ـ محمد في مكة/ مونتغمري وات: ترجمة شعبان بركات.
١٢٢ ـ محمد ﷺ أعظم الخالدين/ انيس منصور.
١٢٣ ـ المدائح النبوية /محمد صدر الحسن الندوي المدني.
١٢٤ ـ المستشرقون والسيرة النبوية/ الدكتور عماد الدين خليل.

١٢٥ ـ الوسيط في السيرة النبوية/ الدكتور هاشم يحى الملاح

١٢٦ ـ عصر النبي وبيئته قبل البعثة/ محمد عزه دروزه.

١٢٧ ـ نبوة محمد في الفكر الاستشراقي المعاصر/الدكتور خضر شايب

١٢٨ ـ السيرة النبوية/الدمياطي

١٢٩ ـ الخالدون مئة أعظمهم محمد ﷺ/ مايكل هارت، ترجمة: انيس منصور

١٣٠ ـ دراسات في السيرة / حسين مونس

١٣١ ـ السيرة المحمدية/ محمد فريد وجدي

١٣٢ ـ السيرة النبوية العطرة/ أحمد شلبي

١٣٣ ـ محمد في المدينة/ مونتغمري وات ترجمة: شعبان بركات

١٣٤ ـ حياة الرسول ﷺ / محمود شلبي

١٣٥ ـ مع المصطفى ﷺ / سلمان بن فهد العوده.

١٣٦ ـ الوثيقة النبوية / جاسم محمد راشد العيساوي

١٣٧ ـ محمد رسول الله ﷺ / محمد رضا، ترجمة: الأستاذ محمد فهمي

١٣٨ ـ من روائع الهدى المحمدي/ الدكتور محمد خليل الهراس

١٣٩ ـ المنهل العذب النمير في سيرة السراج المنير/ الدكتور وليد بن محمد بن عبد الله العلي

١٤٠ ـ موسوعة من أخلاق رسول الله ﷺ/ المحمود المصري ابوعمار

١٤١ ـ هدي رسول الله ﷺ / ابراهيم ابوشادي

١٤٢ ـ من روائع القصص في السيرة النبوية/ خالد بن جمعة الخراز

١٤٣ ـ خصائص المصطفى ﷺ/ الدكتور الصادق محمد ابراهيم

١٤٤ ـ أخلاق النبي ﷺ وآدابه/ عبد الله بن محمد بن جعفر الأصفهاني

١٤٥ ـ قبسات من الرسول/ محمد قطب ابراهيم

١٤٦ ـ محمد رسولاً نبياً / عبد الرزاق نوفل

١٤٧ ـ سيدنا محمد ﷺ أعظم الخلق/ فوزي ابراهيم

١٤٨ ـ وامحمداه / الدكتور سيد بن حسين العفاني

١٤٩ ـ رحمة للعالمين/ الدكتور عائض القرني

١٥٠ ـ القدوة في السيرة النبوية / الدكتور احمد رجب الأسمر